إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۔ القرآن

بے شک اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہے یا دل سے خوب متوجہ ہو کر سنے

ہر واقعہ بے مثال

جلد اوّل

101 کتب سے بہترین انتخاب

ابو طلحہ محمد اظہار الحسن محمود

مکتبۃ الحسن

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ○ القرآن

"بے شک اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہے یا جو نے خوب متوجہ ہوکر۔"

ہر واقعہ بے مثال

جلد اول

101

کتب سے بہترین انتخاب

ابوطلحہ محمد اظہار الحسن محمود

مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-37241355

ہر واقعہ بے مثال

(جلد اول)

مؤلف

ابو طلحہ محمد اظہار الحسن محمود

1439

2018

Published by:

مکتبۃ الحسن

۳۳ حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور پاکستان

042-37241355, 0307-3339699

7"x4" | 240 ص

ISBN - - - -

اہتمام

عبدالقدیر

0307-3339699

انتساب

امت کے ان جواں ہمت لوگوں کے نام!

جن کی مقبول کاوشوں سے امت کا یہ............ٹوٹا ہوا سفینہ............

ساحلِ مراد کی جانب............مسلسل بڑھ رہا ہے............

نوٹ:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کتاب سمیت میری سب کتب عوام الناس میں مقبول ہوئی ہیں۔ یہ ساتواں ایڈیشن ہے نئی کمپوزنگ کروائی گئی ہے اغلاط کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ واقعات کے حوالہ جات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اللہ کریم اپنے فضل سے شرفِ قبول عطا فرمائیں۔ اور عصر حاضر میں دین کی خدمت کا جو انداز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس کے مطابق کام کرنے کی توفیق بخشے۔

ابوطلحہ

0300-6077954

اللہ

سب کچھ سننے والا کون؟ اللہ
ہر چیز سے باخبر کون؟ اللہ
بندوں کا داتا کون؟ اللہ
مشکل کشا کون؟ اللہ
دعائیں قبول کرنے والا کون؟ اللہ
بے اولادوں کو اولاد دینے والا؟ اللہ
بے چاروں کا چارہ گر کون؟ اللہ
ہواؤں پر قابض کون؟ اللہ
بارش کون برساتا ہے؟ اللہ
بروبحر کا مالک کون اللہ
حور و ملک کا مالک اللہ

سب کچھ جاننے والا کون؟ اللہ
ہر بے سہارا کا سہارا کون اللہ
ساری مخلوق کا رازق کون؟ اللہ
حاجت روا کون؟ اللہ
جھولیاں بھرنے والا کون؟ اللہ
بے روزگاروں کو روزگار دینے والا؟ اللہ
بے کسوں کا آسرا کون؟ اللہ
زمین و آسماں کا حاکم کون؟ اللہ
کھیتیاں کون اگاتا ہے؟ اللہ
شجر و حجر کا خالق کون اللہ
ارض و فلک کا خالق اللہ

اللہ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

ہماری نسبت..........مقامِ مصطفٰی ﷺ

ہمارا منشور..........قرآنِ مصطفٰی ﷺ

ہماری حجیت..........کلامِ مصطفٰی ﷺ

ہمارا مقصود..........تحفظ ناموسِ مصطفٰی ﷺ

ہمارا سرمایہ..........عشقِ مصطفٰی ﷺ

ہماری مشعل..........سنت مصطفٰی ﷺ

ہمارا معیار..........اصحابِ مصطفٰی ﷺ

ہماری فکر..........دینِ مصطفٰی ﷺ

ہمارا طریقہ..........اتباعِ مصطفٰی ﷺ

ہماری تمنا..........شفاعتِ مصطفٰی ﷺ

(صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیرا)

حرفِ شکر

اللہ رب العالمین کے لیے تمام حمد وشکر کہ جس کے فضل وکرم سے میری یہ پانچویں کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ محض اسی کی عطا ہے میرا کمال اس میں کچھ بھی نہیں۔ پھر اس پر حمد وشکر کے یہ الفاظ وجذبات بھی بے شک اسی کے کرم کا صدقہ ہیں۔ بے شک وہ ذات لائق حمد وثنا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

رحمتِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ عالیہ پر بے شمار بار درود وسلام .... کہ آپ کے احسانات ساری امت پر ہیں، آپ ﷺ کی محبت واطاعت، ایمان کا حصہ اور جزوِ دین ہے۔ ضروری ہے کہ ہر صاحبِ ایمان دل ونگاہ کو آقائے دو جہاں کی محبت سے سرشار رکھے اور ہر لحظہ ان کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم رکھے۔

خوشبو سے مہکتے پھولوں کو گلدستے میں سجا دینا، کسی ہار کی صورت پرو دینا .... یا .... پھر بیش قیمت ہیرے جواہر کسی تاجِ شاہی میں مرصّع کردینے کی جو حیثیت ہے .... وہی میرے اس انتخاب کی نوعیت ہے .... جو کہ اس کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ امید ہے کہ میرے قارئین اس کتاب کو بہت پسند فرمائیں گے اور .... اپنی گھر کی لائبریری کا حصہ بنائیں گے۔

اگر میری کوئی بات آپ کے مطالعہ وتحقیق کے مطابق درست نہ ہو تو تحریری طور پر مجھے آگاہ ضرور کیجئے .... یہ آپ کا میرے ساتھ تعاون ہوگا۔ نیز چند اور کتابوں پر کام جاری ہے آپ میرے لیے دعا بھی ضرور فرمائیے کہ .... وہ کریم رب میری اس شب وروز کی محنت کو قبول فرمالے اور مجھے دین کی خدمت کا وہ انداز دیدے جو اس کے ہاں شرف قبولیت کا استحقاق رکھتا ہو۔

محتاجِ دعا: ابوطلحہ

مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 1 جوہر آباد (خوشاب)

0454-722954 - 0300-6077954

فہرست

ایک سوال کے دس جواب، الگ الگ

دس آدمیوں کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ: ''علم اور دولت دونوں میں سے کس کو برتری حاصل ہے؟'' براہِ کرم سب افراد کو الگ الگ جواب عطا فرمایا جائے۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دس جواب ارشاد فرمائے:.......

1۔ دولت فرعونوں کا ورثہ ہے اور علم انبیاء کا عطیہ۔
2۔ دولت کی حفاظت تم کرتے ہو جب کہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔
3۔ جس کے پاس دولت ہو اس کے بہت سے دشمن ہوتے ہیں اور جس کے پاس علم ہو اسکے بہت سے دوست ہوتے ہیں۔
4۔ دولت بانٹی جائے تو کم ہوتی ہے.......... علم بانٹا جائے تو بڑھتا ہے۔
5۔ دولت مند کنجوسی کی طرف مائل رہتا ہے اور.......... علم فیاضی کی طرف۔
6۔ دولت چرائی جاسکتی ہے جب کہ علم.......... چرایا نہیں جاسکتا۔
7۔ دولت محدود ہے اس کا حساب رکھا جا سکتا ہے.......... علم لامحدود ہے اس کی کوئی انتہاء نہیں۔
8۔ دولت وقت کے ساتھ گھٹتی رہتی ہے.......... علم کبھی نہیں گھٹتا۔
9۔ دولت سے اکثر دل ودماغ پر سیاہی چھا جاتی ہے.......... علم سے دل ودماغ روشن ہو جاتے ہیں۔
10۔ دولت نے فرعون اور نمرود جیسے خدائی کا دعوٰی کرنے والے پیدا کیے.......... علم نے انسان کو سچے معبود سے متعارف فرمایا۔

دل کی زندگی، مؤلفہ: مولانا عبد اللہ دانش

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کا ایک عجیب واقعہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا مشہور واقعہ ہے جس سے آپ کی حاضر جوابی اور اعلیٰ ذہانت کا علم ہوتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کی جانب سے ایک مناظرہ میں مسلمانوں کو لاجواب کرنے کے لیے علماء سے چند عقلی سوالات پوچھے گئے۔ بعض اصحابِ تاریخ بتاتے ہیں کہ شاہِ روم کی جانب سے آنے والے قاصد نے مسلمانوں کے مجمع عام میں یہ سوال پوچھے تھے۔

لوگ حیران و متفکر تھے کہ ان سوالات کا کیا جواب دیا جائے، عیسائی خوش ہورہے تھے کہ آج ہم بہت سے اہلِ ایمان کو ایمان سے پھسلا دیں گے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ابھی بچے تھے والد سے اجازت چاہی کہ میں یہ جواب دینا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے ان کے اصرار کے پیش نظر ان کو اجازت دیدی۔ منادی ہوگئی کہ فلاں بچہ ان سوالات کے جواب دے گا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور عیسائی مناظر سے کہا کہ سوال کرنے والا شاگرد کی مثل ہوتا ہے لہٰذا آپ منبر سے نیچے آکر سوال کریں وہ نیچے آیا تو امام صاحب بحیثیت استاد منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا اب سوال کیجئے............

عیسائی مناظر: اللہ تعالیٰ سے پہلے کون تھا؟

امام صاحب: ایک، دو، تین گنتی شمار کر کے بتایئے کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟

عیسائی مناظر: ایک سے پہلے تو کوئی عدد نہیں آتا

امام صاحب: تو یہ سوال حل ہوگیا جب اعداد وشمار میں واحد مجازی سے پہلے کوئی چیز متحقق نہیں ہوسکتی تو واحدِ حقیقی سے پہلے کوئی شے کیسے ہوسکتی ہے۔ لہٰذا

ہمارا ایمان ہے کہ.......... اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے ابتداء اور انتہاء سے پاک ہے۔

عیسائی مناظر: آپ بتائیے! کہ اللہ تعالیٰ کا منہ کس طرف ہے؟

امام صاحب: میں آپ سے پوچھتا ہوں دربار میں جب مشعل یا شمع روشن کی جاتی ہے تو اس کا منہ کس طرف ہوتا ہے۔

عیسائی مناظر: مشعل اور شمع کا منہ تو چاروں طرف برابر ہوتا ہے۔

امام صاحب: تو اس بات کا فیصلہ بھی ہو گیا کہ جب نورِ مجازی کے لیے کوئی رخ متعین نہیں تو اللہ تعالیٰ نورِ حقیقی کسی جہت کا پابند کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے علم کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔

عیسائی مناظر: ہر چیز کی کوئی نہ کوئی جگہ ہوتی ہے جہاں وہ موجود ہوتی ہے بتایئے اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

امام صاحب: دودھ منگوا کر اس سے پوچھتے ہیں بتایئے اس دودھ میں مکھن کہاں ہے؟

عیسائی مناظر: مکھن اس کے ہر ہر قطرے میں ہے۔

امام صاحب: وہ خالقِ ارض وسما بھی ہر جگہ اپنی قدرت کے ساتھ موجود ہے۔

عیسائی مناظر: تمہارا اللہ کیا کر رہا ہے؟

امام صاحب: اس کے بہت سے کام ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس نے تجھ کافر کو ممبر سے اتارا اور مجھے اس پر بٹھایا۔ تجھے پست کیا اور مجھے بلند کر ڈالا۔

یوں لوگوں کے ہجوم میں وہ شخص لاجواب اور مبہوت ہو گیا۔ نیز ہر خاص وعام نے حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے استفادہ کیا اور ان کی قدر پہچانی۔

(الفقہ والفقہاء ۔ ص49)

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

حضرت ابراہیم بن اَدھم رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے بازار سے گزرے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے: یا أبا اسحاق مالنا ندعو فلا یستجاب لنا؟ اے ابواسحاق! (یہ آپ کی کنیت تھی) رب ذوالجلال نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا" اور ہم ایک عرصہ سے دعائیں کر رہے ہیں اور ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

حضرت ابراہیم بن اَدھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قال: قلوبکم ماتت بعشرة اشیاء۔ اس لئے کہ تمہارے دل (10) دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔ پھر مندرجہ ذیل چیزیں گنوائیں............ فرمایا:

﴿الأولی: عَرَفْتُمُ اللّٰهَ فَلَمْ تُؤَدُّوْا حَقَّهٗ﴾

1﴾...... تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو لیکن اُس کا حق ادا نہیں کرتے۔

﴿الثانیة: زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ تُحِبُّوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَرَکْتُمْ سُنَّتَهٗ﴾

2﴾...... تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن آپ کی سنت چھوڑ دیتے ہو۔

﴿الثالثة: قَرَأْتُمُ الْقُرْآنَ وَلَمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ﴾

3﴾...... تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو لیکن عمل نہیں کرتے۔

﴿الرابعة: اَکَلْتُمْ نِعَمَ اللّٰهِ وَلَمْ تُؤَدُّوْا شُکْرَهٗ﴾

4﴾...... تم اللہ کی نعمتیں کھاتے ہو لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

﴿الخامسة: قُلْتُمْ اَنَّ الشَّیْطَانَ عَدُوَّکُمْ وَوَافَقْتُمُوْهُ﴾

5﴾...... تم کہتے ہو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے لیکن پھر اُس کی موافقت بھی کرتے ہو۔

﴿السادسة: قُلْتُمْ أَنَّ الجَنَّةَ حَقٌّ وَلَمْ تَعْمَلُوْا لَهَا﴾

6﴾...... تم کہتے ہو کہ جنت حق ہے لیکن اُس کے لئے عمل نہیں کرتے۔

﴿السابعة: قُلْتُمْ أَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَلَمْ تَهْرَبُوْا مِنْهَا﴾

7﴾...... تم کہتے ہو کہ دوزخ حق ہے لیکن اُس سے بھاگتے نہیں۔

﴿الثامنة: قُلْتُمْ أَنَّ الموتَ حَقٌّ وَلَمْ تَسْتَعِدُّوْا لَهُ﴾

8﴾...... تم کہتے ہو کہ موت حق ہے لیکن اُس کے لیے تیاری نہیں کرتے۔

﴿التاسعة: اِشْتَغَلْتُمْ بِعُيُوْبِ النَّاسِ وَنَسِيْتُمْ عُيُوْبَكُمْ﴾

9﴾...... تم لوگوں کے عیب نکالنے میں مشغول ہو لیکن اپنے عیبوں کو بھول چکے ہو۔

﴿العاشرة: دَفَنْتُمْ مَوْتَاكُمْ وَلَمْ تَعْتَبِرُوْا بِهِمْ﴾

10﴾...... تم اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہو لیکن اُن سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

الدرة الفاخرة / مخزنِ اخلاق

موارد الظمآن لدروس الزمان، دکتور سعید قحطانی، الریاض، 173/1

تیرے سارے غم دور! ایک بہت پیاری حدیث

ترمذی شریف اور دیگر کتبِ حدیث میں سے ایک واقعہ پیش خدمت ہے جو لذتِ کام ودھن کو بڑھا کر عجیب ولولہ ایمانی عطا کرنے والا ہے:............ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں بتائیے! اپنے اوقاتِ دعا میں سے کتنا وقت اس کے لیے مقرر کروں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چوتھائی مقرر کرتا ہوں۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ کر دے تو تیرے لیے بہتر ہے تو میں نے عرض کیا کہ نصف کر دوں؟۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ کر دے تو تیرے لیے اور بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دوتہائی کر دوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ کر دے تو تیرے لئے اور بہتر ہے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو میں اپنی دعا کا سارا وقت، آپ کے درود کے لئے ہی مقرر کر دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو تیری ساری پریشانیاں دور کر دی جائیں گی اور تیرے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔ سبحان اللہ............ آپ بھی اس شوق میں درود شریف پڑھ لیجیے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ، نیز اپنی دعا میں درود شریف کی کثرت کا معمول بنائیے اور اپنے روز شب میں سے کچھ وقت اس کار خیر کے لئے ضرور مختص کیجیے۔

رواه الترمذی فی ابواب صفة القیامة واحمد وصححه حاکم

پانچ اعمال کی برکات کی عجیب مثالیں

ترمذی شریف کی حدیث پاک میں مروی ہے کہ:

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ انہوں نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا مسجد بھر گئی اور لوگ اِدھر اُدھر بلند جگہوں پر اور ٹیلوں پر بھی بیٹھ گئے۔ تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی بجا لاؤں اور تمہیں بھی بتاؤں تاکہ تم بھی ان پر عمل کرو۔

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی نے خاص اپنے مال سے ایک غلام خریدا۔ اسے بتایا کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام کاج ہے یہ کام کرو اور جو نفع حاصل ہو وہ مجھے لا کر دیتے رہو۔ غلام نے اپنی بیوقوفی سے یہ کیا کہ اس کام میں جو نفع ہوا وہ اپنے مالک کو دینے کی بجائے کسی اور کو دیتا رہا۔ کون ہے جو ایسے غلام کو پسند کرے؟ اس مثال سے یہ سمجھایا گیا کہ انسان کو پیدا تو اللہ تعالیٰ نے کیا اور وہ اس کے حکم نہیں مانتا اور اسے خوش نہیں کرتا بلکہ اوروں کی مرضی کے اعمال کرتا ہے انہیں خوش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں چاہتا بلکہ بندوں کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ اور اپنے حقیقی مالک کو ناراض کر لیتا ہے۔ ایسا غلام کسی کو پسند نہیں۔ لہٰذا شرک کو بھی ناپسند جانو۔

دوسری بات: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ نماز ادا کیا کرو۔ اور دورانِ نماز اِدھر اُدھر توجہ نہ کیا کرو۔ اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ (نظر رحمت) اس وقت تک بندے کی جانب متوجہ رہتی ہے جب تک وہ اپنا دھیان اللہ کی جانب رکھے۔

تیسری بات: اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ روزہ رکھا کرو۔ اور روزہ دار کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص چند لوگوں کے ساتھ چل رہا ہو اور اس کے پاس ایک تھیلی میں عمدہ خوشبو ہو اور سب لوگ اس کی اس خوشبو کو بہت پسند کر رہے ہوں۔ بے شک روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس تھیلی کی خوشبو سے بھی کہیں زیادہ پسندیدہ ہے۔

چوتھی بات: میں تمہیں صدقہ کا حکم کرتا ہوں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی کو دشمن نے قید کر لیا اور اس کی مشکیں کس دیں اور اس کی گردن مارنے کے لیے اسے آگے لانا چاہ رہے تھے کہ اس نے کہا میری بات سنو! میری ملکیت میں جو تھوڑا بہت مال ہے وہ میری جان کے فدیہ کے طور پر قبول کرلو۔ انہوں نے اس کا سب مال لے لیا اور اس کی جاں بخشی کر دی۔ (ایسے ہی صدقہ مصائب سے چھٹکارا دلانے والا ہے۔)

پانچویں بات: اور میں تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کیا کرو اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک آدمی کے پیچھے اس کے دشمن دوڑ رہے ہیں یہاں تک کہ اس کو ایک قلعہ نظر آیا وہ اس میں داخل ہو گیا اور دشمنوں سے جان بچالی۔ اسی طرح انسان ذکر اللہ کے ذریعے اپنے نفس کو شیطان سے بچا سکتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ذکر بندہ کیلئے قلعہ کی مانند ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی تمہیں پانچ چیزیں بتاتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔

(۱)..........اطاعت

(۲)..........جہاد

(۳)..........ہجرت

(۴)............مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہی رہنا۔ اس لیے کہ جو ایک بالشت برابر بھی جماعت سے ہٹا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار پھینکا سوائے اس کے کہ وہ لوٹ کر جماعت سے آملے۔

(۵)............اور جس نے جاہلیت کا آوازہ بلند کیا بے شک وہ بھی جہنم میں گرایا جائے گا۔ ایک آدمی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ بھی رکھتا ہو؟ فرمایا ہاں اس کے باوجود بھی۔ سو تم اللہ کے دین کی آواز بلند کرو، وہ اللہ جس نے تمہارا نام مسلم رکھا۔

جامع الترمذی، ابواب الامثال، باب ماجاء فی مثل الصلاۃ والصیام............

زندگی کی 24 مشکلات کا نبوی حل

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی میں آپ سے دنیا وآخرت کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہو پوچھو!

- اس نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈر، تو بڑا عالم بن جائے گا۔
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں سب سے بڑا مالدار بن جاؤں؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: قناعت اختیار کر! تو سب سے بڑا مالدار بن جائے گا۔
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ سب سے اچھا انسان بن جاؤں؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے، تو لوگوں کو نفع پہنچا، اچھا آدمی بن جائیگا۔
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ عدل کرنے والا بن جاؤں؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کیا کرو تم بڑے عدل والے بن جاؤ گے۔
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ کا خاص بندہ بن جاؤں؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کر! تو اللہ کا خاص بندہ بن جائے گا۔
- اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں بہت نیک بن جاؤں؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت یوں کیا کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر ایسا نہ ہو

سکے کم از کم یوں عبادت کر، کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔ بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے اخلاق اچھے کر لو تمہارا ایمان کامل ہو جائے گا۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ فرمانبردار بن جاؤں؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: فرائض باقاعدگی سے ادا کرتے رہو فرماں بردار بن جاؤ گے۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ روزِ قیامت گناہوں سے پاک اٹھایا جاؤں؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: غسلِ جنابت خوب اچھی طرح کیا کرو، روزِ قیامت بغیر گناہ کے اٹھائے جاؤ گے۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ روزِ قیامت نور ہی نور میں اٹھایا جاؤں؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی پر ظلم نہ کرو اور روزِ قیامت نور میں اٹھائے جاؤ گے۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھ پر رحم کرے؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی جان پر اور مخلوقِ خدا پر رحم کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ کم ہو جائیں؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: استغفار کیا کر تیرے گناہ جھڑ جائیں گے۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں بڑا عزت والا بن جاؤں؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا شکوہ مخلوق کے آگے نہ کیا کر تو بڑا آدمی بن جائے گا۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا رزق بڑھا دیا جائے؟

❁ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ پاک (باوضو) رہا کر تیرا رزق بڑھا دیا جائے گا۔

❁ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا پسندیدہ بن جاؤں؟

❀ آپ ﷺ نے فرمایا: اس چیز کو پسند کر جسے اللہ، رسول ﷺ پسند کرتے ہوں اور اس چیز کو ناپسند جان جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ناپسند بتائیں۔

❀ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤں؟

❀ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی پر غصہ نہ کیا کر، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے سے بچ جائے گا۔

❀ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ مستجاب الدعوات بن جاؤں، میری دعائیں قبول ہونے لگیں؟

❀ آپ ﷺ نے فرمایا: حرام کھانے سے بچتا رہ تیری دعائیں قبول ہوں گی۔

❀ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے روزِ قیامت سب بندوں کے سامنے رسوا نہ کرے۔

❀ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تجھے بندوں کے سامنے رسوا نہیں کرے گا۔

❀ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے عیب چھپا لے؟

❀ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے بھائیوں کے عیب چھپا لے اللہ تعالیٰ تیرے عیوب لوگوں سے چھپائے گا۔

❀ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کن چیزوں کیساتھ بندوں کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے؟

❀ آپ ﷺ نے فرمایا: نادم ہو کر رونے، دھونے اور بیماریوں کے ساتھ۔

❀ اس نے کہا: کون سی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ہے؟

❀ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے اخلاق، عاجزی، مصائب پر صبر اور اللہ کے فیصلوں پر

راضی رہنا۔

- اس نے کہا: کون سی برائی اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر ہے؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: برے اخلاق اور بخل
- اس نے کہا: کیا چیز رحمٰن کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتی ہے؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: چپکے چپکے صدقہ کرنا، صلہ رحمی کرنا۔
- اس نے کہا: کیا چیز نارِ جہنم کو بجھا دیتی ہے؟
- آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ۔

(کنزالعمال جلد16، حدیث نمبر:44154 مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اہلِ ذوق کے لیے حدیث کا عربی متن

☆ عربی جاننے والے صاحب ذوق احباب خصوصا طلباء وعلماء کے لیے عربی میں اس حدیث کا پورا متن باحوالہ دیا جارہا ہے۔

قال الشیخ جلال الدین السیوطی رحمه الله تعالیٰ: وجدت بخط الشیخ شمس الدین بن القماح فی مجموع له عن ابی العباس المتستغفری قال: قصدت مصراریدُ طلب العلم من الامام ابی حامد المصری والتمستُ منه حدیث خالد بن الولید فامرنی بصوم سنة، ثم عاودته فی ذالك فاخبرنی باسناده عن مشائخه الی خالد بن الولید قال:

جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِی فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَمَّا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ فَقَالَ لَهٗ سَلْ عَمَّا بَدَالَكَ، قَالَ: یَانَبِیَّ اللّٰهِ! اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَعْلَمَ النَّاسِ قَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ تَکُنْ اَعْلَمَ النَّاسِ فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَغْنٰی النَّاسِ قَالَ: کُنْ قَنِعًا تَکُنْ اَغْنٰی النَّاسِ قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ خَیْرَ النَّاسِ فَقَالَ: خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ فَکُنْ نَافِعًا لَّهُمْ فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَعْدَلَ النَّاسِ قَالَ: اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَاتُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَکُنْ اَعْدَلَ النَّاسِ قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَخَصَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فَقَالَ: اَکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰهِ تَکُنْ اَخَصَّ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی..........

قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ قَالَ اُعْبُدُ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ قَالَ اُحِبُّ اَنْ یَکْمُلَ اِیْمَانِیْ قَالَ حَسِّنْ خُلُقَكَ یَکْمُلُ

اِیْمَانُکَ، فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُطِیْعِیْنَ قَالَ اَدِّ فَرَائِضَ اللّٰہِ تَکُنْ مُطِیْعًا فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ نَقِیًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ قَالَ اِغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَۃِ مُتَطَهِّرًا تَلْقَی اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَاعَلَیْکَ ذَنْبٌ قَالَ اُحِبُّ اَنْ اُحْشَرَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِی النُّوْرِ قَالَ لَا تَظْلِمْ اَحَدًا تُحْشَرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِی النُّوْرِ قَالَ اُحِبُّ اَنْ یَّرْحَمَنِیْ رَبِّیْ قَالَ اِرْحَمْ نَفْسَکَ وَارْحَمْ خَلْقَ اللّٰہِ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ قَالَ اُحِبُّ اَنْ تَقِلَّ ذُنُوْبِیْ قَالَ اِسْتَغْفِرِ اللّٰہَ تَقِلَّ ذُنُوْبُکَ قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَکْرَمَ النَّاسِ قَالَ لَا تَشْکُوَنَّ اللّٰہَ اِلَی الْخَلْقِ تَکُنْ اَکْرَمَ النَّاسِ فَقَالَ اُحِبَّ اَنْ یُّوَسَّعَ عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ قَالَ دُمْ عَلَی الطَّهَارَۃِ یُوَسَّعُ عَلَیْکَ فِی الرِّزْقِ..............

قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَحِبَّاءِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ قَالَ اَحِبَّ مَا اَحَبَّ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَاَبْغِضْ مَا اَبْغَضَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ آمِنًا مِّنْ سَخَطِ اللّٰہِ قَالَ لَا تَغْضَبْ عَلٰی اَحَدٍ تَامَنُ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَسَخَطِہٖ قَالَ اُحِبُّ اَنْ تُسْتَجَابَ دَعْوَتِیْ قَالَ اِجْتَنِبِ الْحَرَامَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُکَ قَالَ اُحِبُّ لَا یَفْضَحُنِیَ اللّٰہُ عَلٰی رُؤُسِ الْاَشْهَادِ قَالَ اِحْفَظْ فَرْجَکَ کَیْ لَا تُفْتَضَحْ عَلٰی رُؤُسِ الْاَشْهَادِ قَالَ اُحِبُّ اَنْ یَّسْتُرَ اللّٰہُ عَلَیَّ عُیُوْبِیْ قَالَ اُسْتُرْ عُیُوْبَ اِخْوَانِکَ یَسْتُرُ اللّٰہُ عَلَیْکَ عُیُوْبَکَ قَالَ مَا الَّذِیْ یَمْحُوْ عَنِ الْخَطَایَا قَالَ الدُّمُوْعُ وَالْخُضُوْعُ وَالْاَمْرَاضُ قَالَ اَیُّ حَسَنَۃٍ اَفْضَلُ عِنْدَ

اللّٰهِ قَالَ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالتَّوَاضُعَ وَالصَّبْرَ عَلَى الْبَلِيَّةِ وَالرِّضَاءَ بِالْقَضَاءِ قَالَ اَیُّ سَیِّئَةٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ سُوْءُ الْخُلُقِ وَالشُّحُّ الْمُطَاعُ قَالَ مَا الَّذِیْ یُسْکِنُ غَضَبَ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ اِخْفَاءُ الصَّدَقَةِ وَصِلَةَ الرَّحْمِ قَالَ مَا الَّذِیْ یُطْفِئُ نَارَ جَهَنَّمَ قَالَ الصَّوْمُ۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال مطبوعہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ جلد: ۱۶، رقم حدیث: ۴۴۱۵۴)

وہ علم نہیں جسے ڈاکو لے اُڑیں

جرجان سے طوس جانے والا قافلہ دامن کوہ میں پہنچا ہی تھا کہ............ اچانک پہاڑ کی کمین گاہ سے ڈاکو اس پر ٹوٹ پڑے اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا اسی دوران ڈاکوؤں کے سردار نے دیکھا کہ قافلے کا ایک نو عمر لڑکا اپنا تھیلا ادھر اُدھر چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسے پکڑ کر سردار کی خدمت میں لایا گیا۔ لڑکے نے تھیلا سینے سے چمٹا لیا تھا............ سردار نے وہ تھیلا اس سے چھین لیا تو وہ لڑکا منت سماجت اور گریہ زاری کرتے ہوئے کہنے لگا ''تھیلے میں جو کچھ نقدی ہے وہ آپ لے لیں مگر جو کاغذات اس میں ہیں وہ براہِ کرم مجھے لوٹا دیں'' سردار بڑی حیرت سے بچے کو دیکھنے لگا کہ خلافِ معمول اسے نقدی کی فکر تو ہے نہیں مگر ان کاغذات کی بڑی فکر ہے۔ آخر کیوں؟۔

جب ڈاکو نے اس کی وجہ پوچھی............ تو بچے نے اُسے بتایا: کہ ان اوراق میں میرا وہ علمی سرمایہ ہے............ جو میں نے بڑے مصائب جھیل کر، سفر کی تلخیاں سہہ کر حاصل کیا ہے اگر یہ مجھ سے چھن گیا تو میں اپنے اس عزیز ترین علمی سرمایہ سے محروم ہو جاؤں گا۔ سردار چند لمحوں کے لیے حیرت میں ڈوب گیا پھر اس کی آواز ابھری ''صاحبزادے! وہ علم کس کام کا جس کو میرے جیسے ڈاکو لے اُڑیں، ہم تو یہ سنتے آئے ہیں کہ علم وہ دولت ہے جسے کوئی چُرا نہیں سکتا'' یہ کہا اور تھیلا بچے کی جانب پھینک دیا۔

اس کی بات تو ختم ہو گئی مگر اِدھر بچے کے دل و دماغ میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ سردار کے الفاظ بار بار اس کے ذہن میں گونج رہے تھے ''وہ علم کس کام کا جس کو میرے جیسے ڈاکو لے اُڑیں۔''

سوچتے سوچتے اس بچے نے اپنی زندگی کا اہم ترین فیصلہ کر لیا، وہ یہ کہ اب لکھے

ہوئے علم پر کبھی انحصار نہیں کرے گا جو کچھ سیکھے گا اسے قرطاس وقلم کے حوالہ کرنے کی بجائے دل ودماغ میں نقش کرے گا۔ بچے کے اس فیصلہ نے اس کی زندگی کا رنگ ہی بدل ڈالا۔

اس نوعمر لڑکے نے تحصیلِ علم کے لیے پھر اپنا سب کچھ تج کر ڈالا، اپنے سینے اور اپنے دل ودماغ کو علوم کا مرکز بنالیا.......... پھر اس بچے کو زمانے نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پہچانا.......... جو کہ علمی دنیا کا درخشندہ ستارہ بن کر آج تک جگمگا رہا ہے۔

میرا گواہ اللہ ہے! ایک انوکھا واقعہ

رئیس المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف صحیح بخاری میں ایک دل چسپ روایت ایک سے زائد بار نقل کی ہے وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی اپنے دوست کے پاس گیا اور اس سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔

اس نے کہا: ٹھیک ہے، گواہ لے آؤ! دے دیتا ہوں۔

ادھار مانگنے والے نے کہا: **کفٰی باللّٰہ شھیدا اللہ کی گواہی کافی ہے**

دینے والے نے کہا: کوئی ضامن لاؤ۔

اس نے کہا: **کفٰی باللّٰہ و کیلا اللہ کی ضمانت کافی ہے**

رقم دینے والے دوست نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔ دونوں میں معاملہ طے ہو گیا اور واپسی کا متعین وعدہ دے کر وہ شخص سمندر پار چلا گیا۔ مدت پوری ہونے کے بعد مقروض شخص وہ رقم لے کر واپس کرنے کی غرض سے ساحل پر پہنچا۔ تو کوئی سفینہ نہ ملا۔ بالآخر ایک درخت کا تنا لے کر اس میں سوراخ کیا اور رقم کے ساتھ ہی ایک خط لکھ کر اس میں ڈالا اور وہ سوراخ بند کر دیا۔ اور سمندر میں یہ کہتے ہوئے بہا دیا: یا اللہ! تو جانتا ہے یہ رقم میں نے تجھے گواہ اور ضامن ٹھہرا کر قرض لی تھی آج میری پوری کوشش کے باوجود سواری نہ ملنے کی وجہ سے میں یہ تیرے سپرد کرتا ہوں تو ہی اسے واپس لوٹا۔ یہ لکڑی پانی میں بہا کر وہ شخص واپس لوٹ آیا۔

اُدھر دوسرا دوست اپنے قریبی ساحل پر اس کے آنے اور رقم وصول کرنے کی غرض سے آپہنچا تھا وہ انتظار کے بعد واپس جانے لگا تو درخت کا ایک تنا تیرتا ہوا دیکھا۔ سوچا چلو

یہی گھر لے جاؤں، جلانے کے کام تو آئے گا۔

گھر جا کر لکڑی کو پھاڑا تو اس میں سے ہزار دینار اور خط نکل آیا جس میں تحریر تھا کہ میں وقت مقرر پر ساحلِ سمندر پر آپ کا مال واپس کرنے آیا تھا لیکن سواری نہ ملنے کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔

پھر اگلے روز ایک ہزار دینار مزید لے کر اپنے دوست کے گھر جا پہنچا کہ یہ لو رقم کل یہ مجبوری ہوئی تھی اس نے پوچھا: کیا پہلے کچھ آپ نے مجھے بھیجا ہے اس نے ساری بات بتا دی۔ تو صاحبِ مال نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی امانت باسلامت مجھ تک پہنچا دی تھی۔ یہ دوسری رقم آپ لے جائیں اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

اس حدیث میں الحب فی اللہ کا نظارہ جھلک رہا ہے جب دو مسلمان اللہ کی رضا کے لیے آپس میں جڑتے ہیں تو اللہ کیسے سنوارتا ہے چاہے ظاہری اسباب ساتھ چھوڑ جائیں۔ نیز اسلامی معاشرت نے ہمیں یہ طریقہ سکھایا ہے کہ لین دین کے ایسے معاملات حیطۂ تحریر میں لائے جائیں تاکہ باہمی طور پر بدگمانیاں اور بدعنوانیاں پیدا نہ ہوں اور سب انسان حُسنِ معاشرت سے راحت پائیں۔

بخاری شریف، کتاب الحوالات، باب الکفالۃ فی القرض والدیون

یہ کائنات کیسے بن گئی؟

خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ایک ملحد شخص آیا اور کہنے لگا ''اے امیر المؤمنین! تیرے عہد کے علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے۔ ان میں سے جو عالم وفاضل ہو اسے یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا جائے تاکہ میں آپ کے سامنے اس کے ساتھ بحث کروں اور ثابت کردوں کہ دنیا کا کوئی بنانے والا نہیں'' چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس وقت کے علماء میں بڑا نام اور افضل مقام تھا۔ لہٰذا ہارون رشید نے آپ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا ''اے مسلمانوں کے امام! آپ کو اطلاع ہے کہ ہمارے ہاں ایک شخص آیا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ صانع (کائنات کا بنانے والا) کوئی نہیں اور وہ آپ کو مناظرے کی دعوت دیتا ہے۔''

امام صاحب نے فرمایا: میں ظہر کے بعد آجاؤں گا۔ خلیفہ کا پیغام بر آیا اور جو کچھ امام صاحب نے فرمایا اس کی اطلاع دے دی۔ خلیفہ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور خلیفہ کے پاس آئے۔ ہارون رشید نے آپ کا استقبال کیا آپ کو ساتھ لایا اور مقامِ بلند پر جگہ دی۔ سب امراء رؤسا دربار میں جمع ہو گئے۔

ملحد نے کہا: اے ابوحنیفہ! آپ نے آنے میں دیر کیوں کر دی؟

امام صاحب نے جواب دیا: مجھے ایک عجیب بات پیش آئی، اس لیے دیر ہوگئی۔ وہ یہ کہ میرا گھر دریائے دجلہ کے اس پار ہے۔ میں اپنے گھر سے نکلا اور دجلہ کے کنارے آیا، تاکہ اسے عبور کروں میں نے دجلہ کے کنارے ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی جس کے تختے بکھر چکے تھے۔ جونہی میری نگاہ اس پر پڑی، تختوں میں اضطراب پیدا ہوا پھر انہوں نے حرکت کی اور خود ہی اکٹھے ہو گئے۔ ایک حصہ دوسرے حصہ سے جُڑ گیا اور بغیر کسی بڑھئی کے

سالم کشتی خود بخود ہی تیار ہو گئی۔ میں اس کشتی پر بیٹھا اور وہ کشتی بغیر ملاح کے دریا کے دوسرے کنارے کی طرف چلنے لگی اس طرح میں نے دریا عبور کیا اور یہاں آ گیا۔

ملحد نے کہا: اے روٴساءِ دربار! جو کچھ تمہارا امام و پیشوا اور تمہارے عہد کا افضل انسان کہہ رہا ہے، اسے سنو! کیا تم نے ایسی جھوٹی بات کبھی سنی ہے؟ شکستہ کشتی، بغیر کسی کاریگر کے کبھی خود بھی بنی ہے؟ اور بغیر ملاح کے خود بخود کبھی چلی ہے؟ یہ تو محض جھوٹ ہے۔ امام صاحب نے فرمایا: اے کافرِ مطلق! اگر کسی کاریگر یا بڑھئی کے بغیر کشتی از خود............نہیں بن سکتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ عظیم کائنات خود بخود وجود میں آجائے۔ اور جب کسی ملاح کے بغیر کشتی خود چل نہیں سکتی تو یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ نظامِ کائنات بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہا ہے۔

فلسفی کی بحث کے اندر اِلٰہ ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس علمی بصیرت اور عجیب استدلال سے جہاں اور لوگوں کا ایمان پکا ہوا وہاں وہ ملحد و بے دین بھی راہِ راست پر آ گیا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ وحدہٗ لا شریک کا دل سے قائل ہو گیا۔

(مخزنِ اخلاق صفحہ: 117، مطبوعہ سنی پبلیکیشنز لاہور)

حسنِ ظن

دو صحابیوں کا انمول واقعہ

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا تھا لیکن خود وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے زندگی بھر کبھی پر تکلف کھانا نہ کھایا، نہ قیمتی لباس پہنا، گھوڑے کی سواری بھی نہیں کرتے تھے۔ ان کے ساتھی ایک صحابی حضرت عائذ رضی اللہ عنہ تھے وہ عمدہ کپڑے پہنتے تھے اور گھوڑے کی سواری کے بھی شوقین تھے ایک شخص نے دونوں میں پھوٹ ڈالنے کا پروگرام بنایا۔ پہلے وہ حضرت عائذ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے تو بس آپ کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے نہ قیمتی کپڑا پہنتے ہیں نہ گھوڑے پر سواری کرتے ہیں جب کہ آپ قیمتی کپڑے بھی پہنتے ہیں اور گھوڑے کی سواری بھی کرتے ہیں گویا وہ آپ کے مقابلے میں پرہیزگار بنتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عائذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو برزہ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، آج کون ہے جو ان کی برابری کر سکے۔ ان کے اس جواب سے مایوس ہو کر وہ شخص ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: آپ دیکھتے ہیں، عائذ رضی اللہ عنہ کتنے ٹھاٹھ باٹ سے زندگی گزار رہے ہیں قیمتی لباس پہنتے ہیں گھوڑے کی سواری کرتے ہیں ہر وقت آپ کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر کہا: اللہ تعالیٰ عائذ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! آج ہم میں انکے مرتبے کا کون ہے بھلا! یوں وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے 65ھ میں وفات پائی۔

بچوں کا اسلام، 22دسمبر 2002ء

کتاب سینے سے لگا کر آگ میں کود جاؤ

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک پادری نے عیسائیت کی تبلیغ کا ایک عجیب انداز اختیار کیا کہ دلی کے ایک چوک میں کھڑے ہو کر لوگوں کے ہجوم میں یہ اعلان کیا، کہ اے مسلمانو! تم یہ کہتے ہو کہ ہمارے مذہب کی کتاب قرآن مجید سچی کتاب ہے۔ جبکہ میرا یہ عویٰ ہے کہ سچی کتاب تو انجیل ہے جو ہمارے نبی پر نازل ہوئی۔ آؤ آج اس چوک پر بھرے ہجوم میں آگ جلاتے ہیں تم بھی اپنی کتاب اس میں ڈالو اور میں بھی اپنی کتاب اس میں ڈالتا ہوں جو کتاب سچی ہوگی وہ محفوظ رہے گی اور جو کتاب ناحق ہوگی وہ آگ میں جل جائے گی۔ لوگ دوڑے دوڑے آئے حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور سارا ماجرا کہہ سنایا، آپ ان لوگوں کے ساتھ اس ہجوم میں تشریف لائے۔

اللہ والوں کی فراست کا کیا کہنا، آپ نے فرمایا میں اپنی اس کتاب ہدایت سے محبت کرتا ہوں اس وجہ سے اسے آگ میں ڈالنے پر رضا مند نہیں ہوں۔ لیکن آؤ! ہم یوں کر لیتے ہیں کہ آگ کے اس الاؤ میں تم بھی اپنی کتاب سینے سے لگا کر کود جاؤ اور میں بھی اپنی کتاب اپنے سینے سے چمٹا کر آگ میں کود جاتا ہوں جو شخص آگ میں زندہ سلامت رہا وہ سچا اور اس کی کتاب بھی سچی۔ یہ سنا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور پریشان و لاجواب ہو گیا اور پھر شرمندہ ہو کر کہنے لگا: شاہ صاحب! آپ سچے ہیں اور آپ کا قرآن بھی سچا ہے۔ میں نے اس کتاب پر کچھ مسالہ وغیرہ لگایا ہوا تھا تاکہ یہ آگ میں جل نہ سکے اور یوں میں عیسائیت کا پرچار کر سکوں لیکن آپ نے تو میری ساری تدابیر خاک میں ملا دیں۔

میں آپ کی مومنانہ فراست کو سلام کرتا ہوں، اور یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ اس طرح کے ہتھکنڈے اپنا کر لوگوں کے ایمان کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔ اور آج سے میں یہ اعلان بھی کرتا ہوں کہ میں اس سچے دین اور اس سچی کتاب پر ایمان لاتا ہوں۔ آپ میرے لیے دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دینِ اسلام کا سچا پیروکار بنائے۔

علماء ھند کا شاندار ماضی، از سید محمد میاں

حضور ﷺ کے موئے مبارک کی برکت

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میرے گھر والوں نے مجھ کو پانی کا ایک پیالہ دے کہ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا معمول یہ تھا کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی بیماری لاحق ہو جاتی تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ بھیجا جاتا، آپ، رسولِ دو عالم ﷺ کا موئے مبارک نکالتیں جس کو وہ چاندی کی ایک نلکی میں رکھتی تھیں اور اس موئے مبارک کو پانی میں ڈال کر ہلاتیں اور پھر وہ اس مریض کو پلا دیا جاتا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرما دیتا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے چاندی کی اس نلکی میں جھانک کر دیکھا تو مجھ کو آنحضرت ﷺ کے کئی سرخ بال نظر آئے۔

عربی عبارت ملاحظہ فرمائیے.........

وعن عثمان بن عبد الله بن موهب قال ارسلنی اهلی الیٰ ام سلمة رضی الله عنها بقدح من ماء و کان اذا اصاب الانسان عین اوشئی بعث الیها مِخضَبة فاخرجت من شَعرِ رسول الله ﷺ وکانت تمسکه فی جُلجِل من فضة فَخضته له فشرب منه قال فاطّلعت فی الجُلجِل فرأیت شَعرات حمراء۔

رواه البخاری، مظاهر حق جدید جلد چهارم، ص: 265، دار الاشاعت

برکاتِ نبوت کا عجیب نظارہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور ہماری تعداد ایک سو تیس تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں کسی کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ تو ایک شخص کے پاس ایک صاع (تقریباً چار کلو) غلہ نکل آیا اس کو گوندھا جا رہا تھا کہ......... اتنے میں ایک مشرک آدمی، لمبا تڑنگا ادھر سے گزرا جو کہ بکریاں ہانکے جا رہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: بکریاں بیچتے ہو یا ہبہ کرتے ہو؟ اس نے کہا بیچتا ہوں، تو آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔ پھر اس بکری کو ذبح کیا گیا آپ ﷺ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا۔ پھر ایک عجیب نظارہ ہم نے دیکھا.......... خدا کی قسم! ہم ایک سو تیس آدمیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کو اس میں سے حصہ نہ ملا ہو۔ جو حاضر تھے ان کو تو اسی وقت دے دیا گیا اور جو اس وقت موجود نہ تھے کسی کام کاج میں مصروف تھے ان کا حصہ رکھ دیا گیا۔

پھر اس بکری کے گوشت کو پکا کر دو پیالوں میں لایا گیا جس سے ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور دونوں پیالوں میں گوشت بچ بھی گیا......... بعد میں راوی اس بچے ہوئے گوشت کو اونٹ پر لاد کر مدینہ لے آئے۔

برکاتِ نبوت دیکھئے کہ ایک بکری کی کلیجی ایک سو تیس آدمیوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور اس کے گوشت سے اتنے آدمی شکم سیر ہو گئے۔

صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من اکل حتیٰ شبع

پتوں پر لکھا ہوا قرآن مجید

سمرقند کی اس لائبریری کی ڈائریکٹر ایک خاتون تھیں.......... اس نے ہمیں کہا: ’میرے پاس ایک خاص چیز رکھی ہے آیئے آپ کو دکھاؤں! وہ ہمیں اپنے گھر میں لے گئی اور ایک بڑا بکس کھولا.......... اس کے اندر سے ایک دوسرا بکس نکالا.......... جب وہ کھولا تو اس کے اندر ایک بریف کیس تھا.......... جس کے اندر کی ہر چیز کو کیمیکل وغیرہ لگا کر محفوظ کر دیا گیا تھا۔

جب اس نے بریف کیس کھولا تو اس کے اندر قرآن مجید کے چھوٹے چھوٹے نسخے رکھے ہوئے تھے.......... لکھائی اتنی باریک تھی کہ پڑھی جانی مشکل تھی لیکن جب اس خاتون نے ہمیں لفظوں کو بڑا دکھانے والا عدسہ لا کر دیا.......... تو ہم نے دیکھا کہ ہر صفحے پر ایک رکوع لکھا ہوا تھا اور کتابت بھی انتہائی خوبصورت تھی کہ دیکھ کر حیران رہ جائیں. چند ایسے نسخے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

جب ڈائریکٹر نے دیکھا کہ ہم نے بڑے شوق سے قرآن مجید کے چھوٹے چھوٹے نسخوں کو دیکھا ہے تو وہ کہنے لگی اب میں آپ کو اصل چیز دکھاتی ہوں.......... وہ ہے پتوں پر لکھا ہوا قرآن مجید کا نسخہ، جو کاغذ کی ایجاد سے پہلے کا لکھا ہوا ہے مگر اس میں لطف اور مزے کی بات یہ ہے کہ پتوں کو اس طرح محفوظ کر دیا گیا ہے کہ وہ نہ تو پھٹتے ہیں اور نہ ہی ٹوٹتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک نسخہ نکالا۔ جب فقیر نے اسے اپنے ہاتھ سے دیکھا تو واقعۃً محسوس ہوتا تھا کہ یہ کسی درخت کا پتہ ہے.......... اس پتے کی رگیں پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھیں، ان پر ہاتھ سے قرآن مجید لکھا گیا تھا۔

قرونِ اُولیٰ کی ایک چیز کو دیکھ کر ہمیں بہت خوشی ہوئی.......... ایک خوشی تو یہ کہ

سلف صالحین نے حفاظتِ دین کے لیے.......... کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ دوسرا یہ کہ.......... ہم نے نبی ﷺ کے قریب زمانہ کی ایک چیز کو.......... اپنی نظروں سے دیکھ لیا۔ ہم☆ نے قرآن پاک کے اس نسخے کو.......... آنکھوں سے لگایا اور عقیدت سے چوم لیا۔

لاہور سے تابخاکِ بخارا و سمرقند صحفہ: 88۔

☆ صاحب کتاب، پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہٗ

لوہے کی چادروں پر لکھ کر قرآن پاک کی حفاظت کی

سمر قند کے ایک معلم، مولانا احمد خان صاحب ہمیں لائبریری کے ایک کمرے میں لے گئے جہاں لوہے کی چادروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور ان کے اوپر حفاظت وصفائی کی خاطر ایک کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ جب وہ کپڑا ہٹایا گیا تو ہم نے دیکھا.......... واقعی لوہے کی بڑی بڑی چادروں پر قرآن مجید کندہ کیا ہوا تھا.......... مولانا نے بتایا کہ یہ پورا قرآن مجید ہے۔

اور جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ اس طرح لوہے کی چادروں پر قرآن مجید لکھنے کا کیا مقصد؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت کے مسلمان حکام نے سوچا کہ ایک ایسا نسخہ قرآن مجید کا بنایا جائے جو کہ بوقتِ ضرورت معیار اور سند کے طور پر کام آئے۔ (اور کسی کاغذی نسخہ میں کسی جگہ غلطی کا اندیشہ ہو تو اس کی تصحیح اس سے دیکھ کر کی جاسکے۔)

جس طرح برطانیہ وغیرہ میں وقت کا معیار مقرر ہے جسے لوگ گرین وچ ٹائم کہتے ہیں اور ساری دنیا کی گھڑیوں کا وقت ان کے حساب سے رکھا جاتا ہے۔ یہ لوہے کی چادروں پر لکھا ہوا قرآن مجید چونکہ سالہا سال تک محفوظ رہے گا اس لیے اسے ایک مستند نسخہ کی حیثیت حاصل رہے گی۔ نیز اگر کسی نے بدنیتی سے قرآن پاک میں تحریف کرنے کی کوشش بھی کی تو بھی اس نسخہ کی وجہ سے تحریف نہ ہو سکے گی۔

نیز یہ لوہے کی ایک ایک چادر اتنی بھاری تھی کہ چار آدمی مل کر اسے اٹھاتے تھے اور لوہا بھی ایسا تھا کہ اسے زنگ نہیں لگ سکتا تھا۔ (سبحان اللہ کلام اللہ کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کس کس انداز میں لی ہے۔ کتنے لوگوں نے اس کے لیے اپنی صلاحیتوں کو صرف کیا ہے۔)

(لاہور سے تابخاکِ بخارا و سمر قند صحفہ :87)

مسلمان مصنّفین اور ان کے تصنیفی کارنامے

- مشہور محدث ابن شاہین علیہ السلام نے تحریر حدیث اور دیگر تصانیف کے لکھنے میں، صرف روشنائی اس قدر استعمال کی کہ اس کی قیمت سات سو 700 درہم بنتی تھی۔
- امام محمد علیہ السلام کی تالیفات ایک ہزار 1000 کے قریب ہیں۔
- ابن جریر علیہ السلام نے زندگی میں 358000 تین لاکھ اٹھاون ہزار اوراق لکھے۔
- علامہ باقلانی علیہ السلام نے صرف معتزلہ کے رد میں 70000 ستر ہزار اوراق لکھے۔
- امام غزالی علیہ السلام نے 78 کتابیں لکھیں جن میں صرف ''یا قوت التاویل'' 40 جلدوں میں ہے۔
- ابن جوزی علیہ السلام کے آخری غسل کے واسطے پانی گرم کرنے کے لیے وہ بُرادہ کافی ہو گیا تھا جو صرف حدیث لکھتے ہوئے ان کے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا۔
- مشہور مسلمان فلسفی اور طبیب ابن سینا علیہ السلام کی تصانیف میں ....

الحاصل والمحصول 20 جلدوں میں

الانصاف 20 جلدوں میں،

الشفاء 18 جلدوں میں،

لسان العرب 10 جلدوں میں اور اسی طرح ان کی دیگر کئی تصانیف متعدد جلدوں میں موجود ہیں۔

- نویں صدی کے مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی،

فتح الباری شرح صحیح بخاری 14 جلدوں میں،

تہذیب التہذیب 9 جلدوں میں،

الاصابہ 5 جلدوں میں،

لسان المیز ان 4 جلدوں میں.........اور

تغلیق التعلیق 5 جلدوں میں مرقوم ہے۔

❀ تصنیفی میدان میں مسلمان مصنفین کی ان عظیم تصنیفات کا کچھ حصہ تو بچ گیا اور ایک حصہ وہ ہے جو حوادثِ زمانہ کی نذر ہو گیا، وہ جو تاریخ میں ہے کہ تاتاریوں کی بربریت نے جب بغداد کا رخ کیا تو انسانوں کی تباہی کے ساتھ ساتھ بغداد کے عظیم اسلامی کتب خانوں کو بھی دجلہ کے حوالہ کیا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایک عرصہ تک دریائے دجلہ کا پانی سیاہ روشنائی کی وجہ سے سیاہ رنگ میں بہتا رہا تاہم زمانہ کی اس خرد برد سے بچے ہوئے ذخیروں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، جن کا ایک بڑا حصہ یورپ کے کتب خانوں کی زینت ہے اور جس کو دیکھ کر اقبال نے بڑے درد سے کہا تھا.........

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی

جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ تصنیف کے اس مشغلہ کے ساتھ ان کی زندگی دیگر ضروریات سے فارغ تھی......... جہاں لکھنے والوں نے ان کے عظیم تصنیفی کاموں کا ذکر کیا، وہیں سوانح نگار مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ شب و روز سینکڑوں نوافل ان کا معمول تھے۔ مختصر مدت میں قرآن شریف کا ختم معمولاتِ زندگی کا حصہ تھا، اقرباء کی ادائیگی حقوق کا اہتمام تھا، طلبہ اور عوام کے لیے علمی مشغلہ کا مستقل انتظام تھا۔

آج کے دور کی سہولتیں اس زمانے میں ناپید تھیں، وہ زندگی اگرچہ قوت وصلاحیت کی زندگی تھی تاہم مشکلات و مشقت سے خالی نہ تھی، زندگی کی ہر قوت کو ایک مشقت کا سامنا تھا

اور ہر صلاحیت ایک صعوبت کے مقابل تھی۔

لکھنے کے لیے آج کا رواں دواں قلم ایجاد نہ ہوا تھا، وہ نرکل کی لکڑی اور دوات، جہاں سطر در سطر قلم روشنائی میں ڈبونے کا محتاج تھا۔ یہ نرکل کے اس قلم کی کرامت تھی یا اہل قلم کے کمال ومحنت کا نتیجہ، کہ چمڑوں اور ہڈیوں کی ناہموار سطح پر بھی اس کا تیز رفتار سفر جاری رہتا۔

متاع وقت اور کاروان علم صحفہ:62

دنیا کی سب سے بڑی کتاب

پہلے لوگ وقت کے قدر دان تھے وقت کی قدر دانی ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ ابن عقیل نے علامہ ابن الجوزی کے مطابق مختلف فنون میں کئی کتابیں لکھیں۔ ان کی سب سے بڑی تصنیف الفنون ہے اس میں وعظ ونصیحت، تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ دین، نحو، لغت، شعر، تاریخ، حکایات، مناظرے اور.......... دل کے خیالات وواردات، سب کچھ ہے۔

اور یہ کتاب .... 800 جلدوں پر مشتمل تھی۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس سے بڑی کتاب نہیں لکھی گئی۔ (المنتظم لا بن الجوزی جلد9، صفحہ 92)

شیخ عبد الفتاح ابوغدہ نے قیمۃ الزمن میں لکھا ہے کہ اس کتاب کا ایک حصہ دارالمشرق بیروت نے 1970ء میں دو جلدوں میں شائع کیا تھا اس شروع میں لکھتے ہیں..........

> امابعد! اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرنے کے لیے سب سے بہترین مصروفیت جس میں انسان اپنا نفس مشغول رکھے اور اپنا وقت گزارے وہ علم کی طلب ہے.......... علم انسان کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر شریعت کی روشنی تک پہنچاتا ہے۔ اس لیے میں علم کی طلب میں اپنا وقت گزارتا ہوں اور اپنے آپ کو مشغول رکھتا ہوں کہ کیا بعید اس کے ذریعہ میری وہاں رسائی ہو جائے جہاں مجھ سے پہلے گزرنے والے لوگ پہنچ گئے ہیں۔

اس عظیم تصنیف کے مصنف کا جب انتقال ہوا تو بدن کے کپڑوں اور علم کی کتابوں کے سوا ترکہ میں کچھ اور مال ومتاع نہ تھا..........۔ (قیمۃ الزمن، صفحہ 551)

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی

دارالعلوم دیوبند کے رئیس الافتاء مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ......
میں ایک شب سونے کے لیے لیٹا تو اچانک قلب میں یہ اشکال وارد ہوا کہ قرآن کریم نے تو یہ دعویٰ فرمایا کہ.......... **لیس للانسان الاماسعٰی** (انسان کے لیے وہ ہے جس کی اس نے سعی کی) جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آخرت میں کسی کے لیے غیر کی سعی کارآمد نہ ہوگی۔ اور حدیثِ نبوی میں ایصالِ ثواب کی ترغیب آئی ہے جس سے تخفیفِ عذاب، رفعِ عقاب اور ترقی درجات کی صورتیں ممکن بتلائی گئی ہیں.......... جس سے صاف نمایاں ہے کہ آخرت میں غیر کی سعی بھی کارآمد ہوگی۔ پس یہ آیت وروایت میں کھلا تعارض ہے۔ فرمایا کہ اس کا حل سوچتا رہا.......... مگر ذہن میں نہ آیا۔

سوچتے سوچتے یہ خوف قلب پر طاری ہوا کہ جب آیت وروایت میں یہ تعارض ذہن میں جاگزیں ہے اور حل ذہن میں نہیں ہے تو گویا اس آیت پر میرا ایمان سست اور مضمحل ہے اس دھیان کے آتے ہی اسی وقت چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھا گنگوہ کی راہ لی مقصد یہ تھا کہ راتوں رات گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اشکال حل کروں۔ (حالانکہ آپ پیدل چلنے کے عادی نہ تھے اور وہ بھی گنگوہ جیسے لمبے سفر کے.......... جو دیوبند سے بائیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ یعنی تقریباً تین میل اور وہ بھی رات کے وقت۔) چنانچہ صبح صادق سے پہلے گنگوہ پہنچا، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ تہجد کے لیے وضو فرمارہے تھے کہ میں نے سلام کیا، فرمایا کون؟ عرض کیا: عزیز الرحمٰن، فرمایا تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا:

حضرت ایک علمی اشکال لے کر حاضر ہوا ہوں......... اور پھر اشکال کی تفصیل بتائی.......... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کرتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ آیت میں سعی ایمانی مراد ہے جو آخرت میں غیر کے لیے کارآمد نہیں ہو سکتی کہ ایمان تو کسی کا ہو اور نجات کسی اور کی اس سے ہو جائے اور حدیث میں سعی عملی مراد ہے جو ایک کی دوسرے کے کام آسکتی ہے اس لیے کوئی تعارض نہیں۔

پیش لفظ فتاوٰی دارالعلوم دیو بند جلد 1، ص: 33,34

میرے مولا! تو نے مجھے اپنے عرش پہ یاد رکھا

مدینہ طیبہ میں آقائے کون و مکاں، امام الانبیاء، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں.......... قحط کا زمانہ ہے.......... آپ ﷺ نے چند صحابہ کی جماعت ایک طرف روانہ فرمائی.......... سب کا نام لے کر آپ ﷺ نے پکارا اور .... تھوڑا تھوڑا زادِ راہ ان میں بانٹا.......... اور اللہ کے نام کے ساتھ انہیں روانہ فرما دیا۔

ان میں سے ایک صحابی جن کا نام ہدید رضی اللہ عنہ تھا وہ اتفاق سے رہ گئے اور انہیں کچھ نہ ملا، وہ بھوکے ہی چل پڑے۔ مقام جرف تک پہنچے، سات میل کا یہ سفر پیدل ہی طے کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے کہہ رہے ہیں.......... اے میرے اللہ! تیرے پیارے نبی ﷺ نے مجھے کچھ دیا نہیں، میں نے مانگا نہیں.......... تو ہی میرا ساتھی ہے، تو ہی میرا پیٹ بھرے گا.......... تو ہی میری پیاس دور کرے گا...... سبحان اللہ...... الحمد للہ...... لا الہ الا اللہ...... اللہ اکبر یہی کلمات طیبات ہی میری غذا ہیں...... یہ کہتے رہے اور چلتے رہے۔

ادھر جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے سب کو زادِ راہ دیا.......... مگر ہدید رضی اللہ عنہ کو تو دیا ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اوہ...... وہ کیسے رہ گئے؟ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک تھیلی دی اور ان کے پیچھے روانہ فرمایا: وہ جب ان کے قریب پہنچے تو انہیں آواز دے کر ٹھہرایا...... پھر پاس جا کر وہ تھیلی ان کو دیدی۔ انہوں نے وہ تھیلی پکڑی اور آسمان کی جانب دیکھا اور پکارے ...... الحمد لله الذی ذکرنی من فوق عرشه ...... ومن فوق سبع سمٰوته...... اے میرے اللہ! تیرا شکر ہے تو نے مجھے اپنے عرش پہ یاد رکھا اے میرے رب! تو نے مجھے نہیں بھلایا مجھے توفیق دے کہ میں بھی تجھے نہ بھولوں۔

(خطباتِ جمیل، ص: 71)

ایک تابعی کا ایمان افروز واقعہ

حضرت فروخ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فروخ رحمۃ اللہ علیہ، تابعین میں سے ہیں مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آئے تو سنا کہ..... خطیب مسجد، جہادِ ترکستان کے لیے لوگوں کو شوق دلا رہے ہیں یہ بھی اٹھے اور اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ مجاہدین میں انہیں بھی شمار کر لیا گیا..... تیاری کے لیے گھر آئے..... بیوی امید سے تھیں..... کہنے لگیں: میں اس حال میں ہوں، آپ جا رہے ہیں میں اکیلی ہوں، کیا بنے گا؟ فروخ کہنے لگے..... تو اور جو کچھ تیرے شکم میں ہے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس زمانے کی بیویاں ایسی تھیں جنہیں صبر کرنا بھی آتا تھا اور اللہ کے لیے اپنا حق معاف کرنا بھی آتا تھا۔

بیوی نے خوشی خوشی اللہ کی راہ میں نکلنے والے اس مسافر کو تیار کیا..... گھوڑے پہ زین رکھی، زرہ لا کر دی، اور پھر انہیں محبت سے بھرپور لہجے میں الوداع کہا..... فروخ چلے گئے اور..... پھر ان کا انتظار ہونے لگا..... دن، ہفتے، مہینے اور سال گزرنے لگے لیکن فروخ نہ آئے سورج چڑھتا، ڈوب جاتا..... کتنی بہاریں آئی اور کتنی بار خزاں آ کے لوٹی..... گرمی، سردی سے اور سردی گرمی سے لوٹی، لیکن فروخ نہ آئے۔

اس زمانے میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ مسلسل جاری تھا ایک مہم کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری اور تیسری کے بعد چوتھی، یہاں تک کہ فروخ کو ان مہموں میں حصہ لیتے لیتے پورے ستائیس برس گزر گئے..... کبھی پتہ چلے کہ شہید ہو گئے کہ کبھی خبر آئے کہ قید

ہو کے رہ گئے اور کبھی یہ سنائی دے کہ زندہ ہیں۔

پیچھے ان کے ہاں...... دینے والے نے ایک خوبرو فرزند سے ان کی بیوی کو نوازا۔ ماں نے اپنے بیٹے کا نام ربیعہ رکھا۔ ربیعہ جب کچھ بڑے ہوئے تو ان کی اچھے انداز سے تربیت کی اور پھر جب اس نے لکھنا پڑھنا سیکھا تو اسے قرآن وحدیث کی تعلیم دلانے کے لیے مدینہ طیبہ کے اچھے معلموں کے پاس بھیجا...... ان کی تربیت پر ماں نے سارا مال صرف کر دیا...... ربیعہ خود بڑے ہونہار طالب علم ثابت ہوئے اور پڑھ لکھ کر خوب مقام پایا۔ علومِ قرآن وحدیث، فقہ اور ادب سبھی میں اللہ نے انہیں کمال بخشا۔ پڑھنے کے بعد پڑھانا شروع کیا تو ان کا حلقۂ درس بڑھتا چلا گیا اور یہاں تک کہ مسجد نبوی میں باقاعدہ سے علومِ دینیہ سے سیراب ہونے والے نوجوان طلباء کے علاوہ بہت سے کبیر السن لوگ بھی ان کے حلقہ تعلیم میں آتے اور علمی استفادہ کرتے۔ مدینہ اور گردونواح میں ان کا علمی چرچا عام تھا۔

پھر ایک روز رات کی کچھ ساعتیں گزری تھیں کہ ایک گھڑ سوار اپنے بوڑھے جسم پر تلوار سجائے، ہاتھ میں نیزہ تھامے اور مالِ غنیمت اپنے ساتھ گھوڑے پر لادے مدینہ منورہ میں داخل ہوا، اہلِ مدینہ کو اس حلیے پر کوئی حیرت نہ ہوئی کہ وہ دین کے مجاہدوں اور غازیوں کا مدینہ تھا۔ یہ گھڑ سوار اپنی سوچوں میں مگن تھا سوچتا تھا کہ............

میرا گھر وہیں ہوگا یا جانے کہاں؟

میری بیوی زندہ ہوگی یا میرے جانے کے بعد میرے انتظار میں کسی اور دنیا میں جا بسی ہوگی؟ وہ امید سے تھی، اس کے ہاں اولاد کیا ہوئی، اور اب کس حال میں ہوگی؟

سوچوں کے یہ دائرے بنتے بنتے یہ بوڑھا مجاہد وغازی اچانک ایک گھر کے سامنے کھڑا ہوگیا............ اس کے دل نے کہا یہ گھر تو تیرا ہی گھر ہے............ چند ثانیے وہ رکا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھولا اور بے تکلفی سے اندر داخل ہوگیا............ یکدم ایک نوجوان کی آواز نے اسے ٹھہرنے پر مجبور کردیا............

رات کی تاریکی میں تم میرے گھر میں بدن پر اسلحہ سجائے کیوں گھس آئے؟

بوڑھے مجاہد کی بھاری آواز ابھری: مجھے میرے گھر میں روکنے والا کون ہوسکتا ہے؟ یہ تمہارا گھر نہیں، یہ میرا گھر ہے جس میں تم گھس رہے ہو۔

یوں ان دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ان کا جھگڑا بڑھنے لگا تو گھر میں سوئی نوجوان کی والدہ کی آنکھ کھلی، اس نے جھگڑے کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے جو باہر جھانکا تو اسے بیٹے کے ساتھ اپنا شوہر نظر آیا۔ اور اس نے وہیں سے اپنے بیٹے کو آواز دے کر کہا: ربیعہ! سنو! یہ تمہارے والد ہیں............ اپنے ابا کو مرحبا کہو اور پھر آگے بڑھیں اور اپنے شوہر فروخ رحمۃ اللہ علیہ کو مرحبا کہا۔ اور پھر انہیں بتایا کہ یہ ربیعہ ہے............ تمہارا اپنا بیٹا۔ جو تمہارے بعد پیدا ہوا تھا۔

اب تو منظر ہی بدل گیا............ دونوں باپ بیٹا باہم مل رہے ہیں............ ایک دوسرے کو خوشی سے دیکھ رہے ہیں............ ایک دوسرے کے ہاتھ اور پیشانی چوم رہے ہیں............ اور یہ ساری رات اسی طرح باتوں میں اور حال احوال لینے میں ہی کٹ گئی۔ اس اثناء میں فروخ نے پوچھا: وہ کثیر رقم جو میں تمہیں دے کر گیا تھا اس کا کیا ہوا؟ بیوی نے

کہا: آپ اطمینان رکھیے.......... ساری رقم محفوظ ہے۔

اتنے میں فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ فروخ اٹھے اور مسجد جانے سے پہلے ربیعہ کو آواز دی: آؤ بیٹا! نماز کو چلو! اُمِ ربیعہ نے انہیں بتایا کہ ربیعہ تو بہت پہلے مسجد چلے گئے ہیں۔ یہ مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ مسجد بھری ہوئی تھی.......... نماز پڑھی اور پھر سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر ادب سے بیٹھ گئے.......... اور اپنے امام سے درس سننے لگے۔ ان میں عام نمازی بھی تھے.......... نوجوان طلباء بھی تھے.......... اور بڑے بڑے عمائدینِ سلطنت بھی درس میں شامل تھے سبھی بڑے شوق سے سن رہے تھے۔ فروخ بھی اپنی جگہ بیٹھے یہ درس سن رہے تھے اور خوب محظوظ ہو رہے تھے.......... لیکن پہچان نہ سکے کہ یہ کون بزرگ ہیں جو مسندِ درس پر بیٹھے ہیں.......... یہاں تک کہ درس ختم ہو گیا۔

فروخ نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے پوچھا: درس دینے والے یہ رفیع المقام عالم کون تھے؟ اس نے حیران ہو کر کہا: سارا مدینہ ان کو جانتا ہے آپ ان کو نہیں پہچانتے.......... یہ ہمارے امام ربیعۃ الرّائے ہیں۔ ان کا اصل نام تو ربیعہ ہے لیکن دین کی فقاہت میں اللہ نے ان کو وہ مقام دیا ہے کہ جہاں کسی کو کوئی علمی مشکل پیش آئے.......... وہ ان سے پوچھتے ہیں.......... ان ہی کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے لوگ انہیں ربیعہ کی بجائے ربیعۃ الرائے کہتے ہیں۔ فروخ نے کہا: لیکن تم نے مجھے ان کا نسب (بن فلاں وغیرہ) تو بتایا نہیں؟

تو اس شخص نے کہا: ہاں تو سنو! یہ ہیں فروخ کے بیٹے ربیعۃ الرائے۔

یہ سنتے ہی بوڑھے فروخ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ وہ دوسرا شخص نہ جانتا تھا کہ یہ آنسو کیوں بہہ پڑے۔ پھر جلدی سے فروخ گھر آئے۔ اور خوشی میں پھولے اپنی زوجہ سے کہنے لگے: میں نے آج تک اتنی عزت کسی کی نہیں دیکھی جس قدر ہمارے بیٹے ربیعہ کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمارے بیٹے کو اتنا بڑا مقام عطا فرمایا۔ اور پھر اپنی زوجہ کا شکریہ ادا کرنا فروخ نے ضروری جانا.......... کہ تمہاری اچھی تربیت نے آج مجھے یہ خوشی کا دن دکھایا ہے۔

بیوی نے کہا: آپ کو بیٹے کی یہ عظمت وشان پسند ہے یا وہ تین ہزار اشرفیاں جو آپ جاتے ہوئے چھوڑ کر گئے تھے۔ فروخ نے جواب دیا: بخدا! تین ہزار اشرفیاں اس مرتبے اور شان کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ بیوی نے کہا: تو سن لیجئے! وہ ساری رقم میں نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر صرف کر ڈالی ہے۔ فروخ مسکراتے ہوئے گویا ہوئے: اللہ کی قسم! ان سونے کی اشرفیوں کا اس سے بہتر استعمال اور کیا ہو سکتا ہے۔

صُوَرٌ مِّنْ حَيَاةِ التَّابِعِيْن، عبد الرحمٰن رافت الباشا، مصر

والد کی دعا کا اثر

وکیلِ احناف، مناظر اہلسنت حضرت مولانا صفدر امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم علمی سرمایہ تھے.......... دین اسلام کی تعلیمات کا بڑی گہرائی سے مطالعہ رکھتے تھے.......... ذہانت وفطانت اور حاضر جوابی کا اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ انہیں ودیعت فرمایا تھا۔ ان کی زندگانی کا ایک انمول واقعہ انہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے..........

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے والد صاحب نے اپنے شیخ حضرت اقدس سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وعدہ کیا کہ میں اپنے بیٹے امین کو عالم بناؤں گا۔ والد صاحب چونکہ باغبانی کرتے تھے اس لئے جب کام پر جاتے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ میں بھی والد صاحب کا ہاتھ بٹاتا۔

چونکہ پیر صاحب کے پاس مجھے عالم بنانے کا وعدہ بھی تھا تو میں نے تہجد کے وقت سنا کہ والد صاحب رو رو کر دعا کر رہے ہیں: ''اے اللہ! اس کو بغیر پڑھے علم عطا کر دے''۔ ساتھ ہی ساتھ مجھے پڑھنے پر بھی لگایا لیکن میں شوق سے پڑھتا نہیں تھا۔

اس عرصہ میں ایک دفعہ میں نے والد صاحب کے کمرے سے رات کے وقت رونے کی آواز سنی.......... اٹھ کر کمرے کی طرف گیا دیکھا تو دروازہ بند ہے اور والد صاحب رو رو کر دعا مانگ رہے ہیں.......... اور یوں کہہ رہے ہیں: اے اللہ! جے امین اوداں نہیں پڑھدا تاں اینوں لنگڑا کر دے جدوں کسے کم جوگا نہیں رہے گا تے آپے ای پڑھے گا۔ حضرت نے فرمایا: جب میں نے یہ دعا سنی تو میری چیخ نکل گئی۔ والد صاحب باہر آئے، پوچھا کیا ہوا بیٹا؟

فرماتے ہیں: میں والد صاحب کے ساتھ چمٹ گیا اور میں نے ان قبولیت کے لمحات میں وعدہ کیا کہ ابا جی! اب میں پڑھوں گا۔ میں رو بھی رہا تھا اور یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اب میں پڑھوں گا۔

اور والد صاحب مجھے چوم رہے تھے اور دعا کر رہے تھے اے اللہ! امین نوں عالم باعمل بنا دے.......... امین نوں مجاہد عالم بنا دے.......... اے اللہ! امین نوں اپنے دین لئی قبول کر لے.......... اے اللہ! امین نوں اپنے دین دا امین بنا دے۔ حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے شوق سے پڑھنا شروع کیا اور الحمد للہ والد صاحب کی دعائیں ساتھ تھیں.......... اس لیے دن بدن شوق بڑھتا گیا۔

الخیر، مناظر اسلام نمبر، صفحہ:205

ہر سوال عجیب، ہر جواب لاجواب

حضرت بایزید بسطامی کا ایک پادری سے مکالمہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور بزرگ اور ولی اللہ گذرے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے ولایت میں ایک بلند مقام عطا فرمایا تھا.......... ان کا یہ واقعہ اپنے اندر بڑے عجائب رکھتا ہے اور دینی معلومات کا ایک وافر معلوماتی سلسلہ ہے.......... فرماتے ہیں:

ایک دن میں مراقبہ میں اپنی خلوت وراحت سے لذت حاصل کر رہا تھا نیز اپنی فکر میں مستغرق اور ذکر سے اُنسیت حاصل کر رہا تھا.......... اچانک میرے گوشۂ دل میں آواز آئی کہ: اے بایزید! دیر سمعان جاؤ! اور وہاں کے راہبوں کے ساتھ ان کی عیدوقربانی میں شریک ہو! ہمیں وہاں ایک عظیم معاملہ درپیش ہے۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو وسوسہ خیال کر کے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہی، اور میں نے (جی میں) کہا کہ میں اس وسوسہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔

جب رات ہوئی تو ہاتف غیبی (فرشتہ نیند میں آیا اور وہی بات دہرائی (کہ بایزید تم دیر سمعان جاؤ) میں بیدار ہوا تو بے قرار ہو کر لرزنے، کانپنے لگا، مجھ پر اس کلام کا اتنا اثر تھا کہ مفلوج آدمی سنے تو کھڑا ہو جائے۔.......... حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ میں صبح سویرے اٹھا.......... اور مشیتِ ایزدی کے پورا کرنے میں لگ گیا۔

میں نے راہبوں کا بھیس بدلا اور ان کے ساتھ دیر سمعان چلا آیا۔ جب ان راہبوں کا بڑا پادری آیا اور یہ سب اس کے گرد اکٹھے ہوئے اور خاموش ہو کر اس کا کلام سننے کی طرف متوجہ ہوئے تو پادری کے لیے کھڑا ہونا مشکل ہو گیا اور قوت گویائی نہ رہی گویا اس کے منہ میں لگام ڈال دی گئی ہے۔

سارے راہب اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے: عالیجاہ! کیا بات پیش آگئی ہے کہ آپ کچھ کلام نہیں فرما رہے؟ ہم آپ کے کلام سے فیض یاب ہوتے اور آپ کے علم کی اقتداء کرتے ہیں۔

پادری بولا کہ مجھے کلام کرنے اور تقریر کا آغاز کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے سوائے اس کے.......... کہ تمہارے درمیان ایک (رَجُل محمدی) حضرت محمد ﷺ پر صحیح ایمان لانے والا شخص موجود ہے میں اس کا امتحان لیتا ہوں اور اس سے علم الادیان سے متعلق چند مسائل دریافت کرتا ہوں اگر اس نے ان کا جواب دے دیا اور اچھی طرح بیان کر دیا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے، ورنہ مار ڈالیں گے، ضابطہ بھی ہے کہ امتحان کے وقت آدمی کی یا عزت ہوتی ہے یا وہ ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔ وہ سارے پادری بولے ٹھیک ہے جناب کی جو رائے ہو اس کے مطابق عمل کریں، ہم تو استفادے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

وہ بڑا پادری کھڑا ہوا اور یوں پکارا کہ: اے رجل محمدی! تجھے محمد (ﷺ) کا واسطہ، تو اپنی جگہ پر کھڑا ہو جا، تاکہ نگاہیں تجھے دیکھ سکیں۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور اللہ جل شانہٗ کی تسبیح وتقدیس کرنے لگے۔ پادری نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے رجل محمدی! میرا ارادہ ہے کہ میں تجھ سے کچھ سوالات کروں، اگر تو ان کے جوابات نہ دے سکا تو.......... ہم تجھے قتل کر دیں گے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں تمام باتوں کے صحیح صحیح جواب دے دوں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ گے؟ تمام بولے ہاں! ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الشَّاهِدُ عَلٰى مَايَقُوْلُوْنَ

اے اللہ! جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں تو اس پر گواہ رہنا۔

پادری کے عجیب وغریب سوالات

اور

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات

س......آپ ہمیں ایسا ایک بتلایئے جس کا دوسرا نہیں۔

ج...... وہ اللہ واحد وقہار ہے۔

س......اور ایسے دو جن کا تیسرا نہیں۔

ج...... وہ رات اور دن ہیں، اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ اور ہم نے بنائیں رات اور دن دو نشانیاں (سورۃ بنی اسرائیل ۱۲)

س......ایسے تین جن کا چوتھا نہیں۔

ج...... وہ عرش، کرسی اور قلم ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا۔

س......اور ایسے چار جن کا پانچواں نہیں۔

ج...... وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چاروں کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک ہیں۔

س......اور ایسے پانچ جن کا چھٹا نہیں۔

ج...... پانچ نمازیں ہیں جن کا ہر مسلمان مرد وعورت پر پڑھنا فرض ہے۔

س......اور ایسے چھ جن کا ساتواں نہیں۔

ج...... وہ چھ دن ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر فرمایا ہے۔ ''وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ'' ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور

جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں۔ (سورۃ ق:۳۸)

س ...... اور ایسے سات جن کا آٹھواں نہیں۔

ج ...... وہ ساتوں آسمان ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا" وہی ہے جس نے بنائے سات آسمان تہہ بہ تہہ۔ (سورۃ الملک:۳)

س ...... اور ایسے آٹھ جن کا نوواں نہیں۔

ج ...... وہ عرش الٰہی کو اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ" اور اٹھائے ہوئے ہوں گے تیرے رب کا عرش، اس روز آٹھ فرشتے۔ (سورۃ الحاقہ:۱۷)

س ...... اور ایسے نو جن کا دسواں نہیں۔

ج ...... وہ نو شخص ہیں جو شہر میں فساد پھیلاتے تھے، ارشاد باری ہے: وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ۔ اور اس شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ (سورۃ النمل:۴۸)

س ...... اور عشرۂ کاملہ کے بارے بتلائیے؟

ج ...... عشرہ کاملہ سے مراد وہ دس دن ہیں جن میں متمتع حج کرنے والا، ہدی نہ ہونے کی صورت میں روزہ رکھتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔ پس روزے رکھے تین، حج کے دنوں میں اور سات روزے اس وقت جب تم واپس لوٹو، یہ پورے دس دن ہوئے۔ (سورۃ بقرہ:۱۹۶)

س ...... اور ہمیں گیارہ کے بارے میں بتلائیے؟

ج ...... گیارہ برادران یوسف علیہ السلام ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے جناب

یوسف علیہ السلام کی جانب سے حکایۃً فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ انی رایت احد عشر کوکبا۔ میں نے دیکھا (خواب میں) گیارہ ستاروں (یعنی بھائیوں) کو۔

س ...... اور ہمیں بارہ کے بارے میں خبر دیجئے۔

ج ...... ان سے مراد بارہ مہینے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ۔ بلاشبہ اللہ کے یہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں۔ (سورۃ توبہ:۳۶)

س ...... اور تیرہ کے بارے میں بتلایئے ان سے کیا مراد ہے؟

ج ...... اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ہے، فرماتے ہیں۔ ''اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَعَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ''۔ بیشک میں نے دیکھا ہے۔ (خواب میں) گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو، میں نے دیکھا انہیں کہ یہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ (سورۃ یوسف:۴)

س ...... اور ان چودہ کے بارے میں بتلایئے جنہوں نے اللہ جل جلالہ سے کلام کیا۔

ج ...... وہ چودہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا وہ ساتوں آسمان اور زمینیں ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ''۔ پھر فرمایا: آسمان اور زمین سے کہ، چلے آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے ''بولے آئے ہم خوشی سے'' (سورۃ حم سجدہ:۱۱)

س ...... اور بتلایئے کہ وہ کون سی قوم تھی جس نے جھوٹ بولا اور جنت میں گئی اور کون سی قوم ہے جس نے سچ بولا اور جہنم میں پہنچی؟

ج ...... یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تھے۔ جنہوں یہ کہا تھا۔ ''اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ''۔ ابا جان! ہم مقابلے میں دوڑنے لگے اور یوسف علیہ السلام کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑا اسے بھیڑیا کھا گیا۔ (سورۃ یوسف: ۱۷) یہ بات انہوں نے نے جھوٹ کہی تھی لیکن پھر بھی جنت میں گئے (کیونکہ توبہ کر لی) اور وہ قوم جس نے سچ بولا پھر بھی جہنم میں گئی تو وہ یہود ونصاریٰ ہیں۔ جنہوں نے یہ کہا: ''وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ''۔ یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی درست راہ پر نہیں ہیں۔ (سورۃ بقرۃ: ۱۱۳) انہوں نے یہ بات تو سچ کہی ہے لیکن پھر بھی جہنم میں گئے.......... اس لیے کہ یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔

س...... اور بتلایئے کہ انسانی جسم میں اس کا نام کے رہنے کی جگہ کہاں ہے؟

ج...... جواب یہ ہے کہ انسانی جسم میں اس کا نام رہنے کی جگہ کان ہیں۔

س...... وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا سے کیا مراد ہے؟

ج...... وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا (سورۃ ذرایات:۱) سے مراد چاروں ہوائیں ہیں۔

س...... حَامِلَاتِ وِقْرًا...... سے کیا مردا ہے؟

ج...... حَامِلَاتِ وِقْرًا (سورۃ ذاریات۔۱) سے مراد بادل ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔'' اور بادل جو کہ مسخر ہے آسمان وزمین کے درمیان۔ (سورۃ بقرہ:۱۶۴)

س...... جَارِيَاتِ يُسْرًا...... سے کیا مراد ہے؟

ج...... جَارِيَاتِ يُسْرًا۔ سے مراد دریاؤں میں چلنے والی کشتیاں ہیں۔ (سورۃ ذاریات۔۳)

س...... اور مُقَسِّمَاتِ اَمْرًا کے بارے میں بتلایئے ان سے کیا مراد ہے؟

ج...... مُقَسِّمَاتِ اَمْرًا (سورۃ ذاریات۔۴) سے مراد وہ فرشتے ہیں نصف شعبان سے اگلے نصف شعبان تک مخلوق کی روزی تقسیم کرنے پر مقرر ہیں۔

س......اور وہ چیز بتلایئے جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے۔

ج...... وہ صبح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ۔'' اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے۔ (سورۃ التکویر: ۱۸)

س......اور وہ قبر بتلایئے جو اپنے اندر کے آدمی کو لیے پھرتی رہی۔

ج...... ایسی قبر جو اپنے اندر آدمی کو لیے پھرتی رہی سو وہ مچھلی ہے، جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا تھا اور ان کو دریا میں لیے پھرتی تھی۔

س......اور ایسا پانی بتلایئے جو نہ زمین سے نکلا اور نہ آسمان سے برسا۔

ج...... اس سے مراد گھوڑے کا وہ پسینہ ہے۔ جو بلقیس نے شیشی میں ڈال کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ان کا امتحان لینے کے لیے بھیجا تھا۔

س......اور ان چار کے بارے میں بتلایئے جو نہ باپ کی پیٹھ سے نکلے اور نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔

ج...... وہ چار یہ ہیں......

(۱) حضرت آدم علیہ السلام جو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔

(۲) حضرت اماں حوا سلام اللہ علیہا جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔

(۳) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو پہاڑ سے پیدا کی گئی۔

(۴) وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں آنے والا مینڈھا جنت سے بھیجا گیا۔

س ...... اور بتلایئے زمین پر سب سے پہلے خون کونسا بہایا گیا۔

ج ...... وہ ہابیل کا خون ہے جسے اس کے بھائی قابیل نے قتل کر دیا تھا۔

س ...... اور وہ چیز بتلایئے جس کو اللہ نے پیدا کیا اور پھر خرید لیا۔

ج ...... وہ مومن کا نفس (جان) ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے خریدا ہے اہل ایمان سے ان کے جانوں اور مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (سورۃ توبہ:۱۱۱)

س ...... اور وہ چیز بتلایئے جس کو اللہ نے پیدا کیا پھر اس کو برا بتلایا۔

ج ...... وہ گدھے کی آواز ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ''۔ بلاشبہ سب سے بُری آواز گدھے کی ہے۔ (سورۃ لقمان:۱۹)

س ...... اور وہ چیز بتلایئے جس کو اللہ نے پیدا کیا اور بڑا بتلایا۔

ج ...... وہ عورتوں کا مکر اور چالاکی ہے۔ ارشاد ہے اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ۔ البتہ تمہارا مکر وفریب بڑا ہے۔ (سورۃ یوسف:۲۸)

س ...... اور وہ چیز بتلایئے جس کو اللہ نے پیدا کیا اور اس کے بارے میں خود ہی سوال کیا۔

ج ...... یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہے، ارشاد باری ہے۔ ''وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ''۔ یہ کیا ہے تمہارے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ علیہ السلام عرض کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں، اس سے بکریوں کے لیے۔

س ...... بتلایئے عورتوں میں سے افضل عورتیں کون سی ہیں۔

ج......عورتوں میں سب سے افضل حضرت حوا سلام اللہ علیہا (ام البشر)، حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا، حضرت مریم سلام اللہ علیہا، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

س......دریاؤں میں سب سے افضل دریا کون سے ہیں؟

ج......سب سے افضل دریا سیحون، جیحون، دجلہ، فرات اور نیل ہیں۔

س...... پہاڑوں میں سب سے افضل پہاڑ کون سا ہے؟

ج...... پہاڑوں میں سب سے افضل پہاڑ طور ہے۔

س...... چوپایوں سے سب سے افضل چوپایہ کون سا ہے۔

ج......سب سے افضل گھوڑا ہے۔

س......مہینوں میں سب سے افضل مہینہ کون سا ہے؟

ج......مہینوں میں سب سے افضل رمضان المبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ'' رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ (سورۃ بقرہ:۱۸۵)

س......اور راتوں میں سے سب سے افضل رات کون سی ہے؟

ج...... راتوں میں سب سے افضل لیلۃ القدر ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ''لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ'' لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (سورۃ القدر:۳)

س......اور بتایئے کہ طامّہ کسے کہتے ہیں؟

ج......طامہ قیامت کے دن کو کہتے ہیں۔

س...... اور ایسا درخت بتلایئے جس میں بارہ ٹہنیاں اور ہر ٹہنی پر تیس پتے اور ہر پتے پر پانچ پھول دو دھوپ میں کھلتے ہیں اور تین سایہ میں؟

ج...... ایسا درخت سال ہے۔ بارہ ٹہنیوں سے مراد بارہ مہینے ہیں اور تیس (30) پتوں سے مراد مہینے کے تیس دن ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول سے مراد پانچوں فرض نمازیں ہیں جو رات دن میں پڑھی جاتی ہیں جن میں سے دو، ظہر اور عصر دھوپ اور تین (فجر، مغرب، عشاء) سایہ (میں پڑھی جاتی ہے)

س...... اور وہ چیز کون سی ہے جس نے بیت اللہ کا طواف کیا، حج کیا، حالانکہ اس پر نہ حج فرض تھا اور نہ اس میں روح۔

ج...... اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ (جو طوفان کے دوران خانہ کعبہ کے گرد گھومتی رہی۔)

س...... بتلایئے اللہ نے کتنے نبی بھیجے؟

ج...... اللہ تعالیٰ نے (کم وبیش) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔

س...... اور ان میں کتنے رسول ہوئے؟

ج...... تین سو تیرہ کو رسول بنایا۔

س...... ایسی چیزیں بتلایئے کہ جن کا ذائقہ اور رنگ مختلف اور ان سب کی اصل ایک ہے۔

ج...... ایسی چار چیزیں...... آنکھ، ناک، کان اور منہ ہیں۔ آنکھوں کا پانی کھاری، منہ کا پانی میٹھا، ناک کا پانی کھٹا اور کان کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔

س...... نقیر، قطمیر اور فتیل کے بارے میں بتلایئے۔

ج...... نقیر کھجور کی گٹھلی کی پشت پر جو نقطہ ہے اس کو، اور قطمیر کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو باریک چھلکا ہوتا ہے اسے اور فتیل کھجور کی گٹھلی کے شگاف کی باریک بتی کو کہتے ہیں۔

س...... اور بتلایئے سبد اور لبد کیا چیز ہوتی ہے؟

ج......بھیڑ دنبہ اور بکری کے بالوں کو کہتے ہیں۔

س......اور بتایئے طم اور رم سے کیا مراد ہے؟

ج......طم اور رم سے مراد ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کی مخلوق ہے۔

س......اور بتلایئے کہ کتا جب آواز کرتا ہے تو کیا کہتا ہے؟

ج...... کتا کہتا ہے ''ویل لأهل النار من غضب الجبار'' اللہ جبار کے غصہ کی وجہ سے دوزخیوں کے لیے ہلاکت وبربادی ہے۔

س......اور جب گدھا بولتا ہے تو کیا کہتا ہے۔

ج...... گدھا جب شیطان کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے ''لعن الله العشار وهو المكاس'' ناحق چونگی محصول لینے والے پر خدا کی پھٹکار ہو۔

س......بیل کیا بولتا ہے؟

ج......سبحان الله وبحمده

س......گھوڑا ہنہناتے وقت کیا بولتا ہے؟

ج......سبحان حافظی اذا لاتقت الا بنال واشتغلت الرحال بالرحال

س......اونٹ کیا کہتا ہے؟

ج......حسبی الله وکفی باللّٰه وکیلا

س...... مور کیا گاتا ہے؟

ج...... کما تدین تدان

س......تیتر کیا بولتا ہے؟

ج...... الرحمٰن علی العرش استوٰی

س...... بلبل چہچہاتے وقت کیا گاتی ہے؟

ج...... فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون

س...... مینڈک اپنی تسبیح میں کیا کہتا ہے؟

ج...... سبحان المعبود فی البراری والقفار۔ سبحان الملک الجبار

س...... ناقوس سے کیا آواز آتی ہے۔

ج...... سبحان اللّٰہ حقا حقا انظر یا ابن ادم فی ھذہ الدنیا شرقا وغربا ماتری فیھا یبقٰی (اللہ پاک ہے وہ سچ اور حق ہے اے ابنِ آدم! اس دنیا میں بنظر عبرت مشرق ومغرب کی طرف دیکھ، تجھے اس میں کوئی بھی باقی نظر نہیں آئے گا۔)

س...... ایسی قوم بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب وحی فرمائی حالانکہ نہ وہ انسان ہے، نہ جنات، نہ فرشتے۔

ج...... وہ شہد کی مکھی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ'' اور حکم دیا آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو بنائے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں پودے، بیلیں چڑھائی جاتی ہیں۔ (سورۃ النحل:۶۸)

س...... اور بتلایئے جب دن آتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے؟ اور جب رات آتی ہے تو دن کہاں رہتا ہے؟

ج...... اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، یہ راز نہ کسی نبی ورسول پر کھلا اور نہ کوئی مقرب سے مقرب فرشتہ اس پر مطلع ہوا۔

(ان تمام سوالوں کا جواب دینے کے بعد)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر کوئی اور سوال رہ گیا ہو تو پوچھو: سب نے کہا کہ اب کوئی سوال باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا: اچھا اب میری ایک بات کا جواب دو۔

یہ بتلاؤ کہ آسمانوں اور جنت کی کنجی کیا ہے؟

بڑا پادری اس پر خاموش رہا۔

مجمع میں سے آواز آئی: کہ تم نے اتنی باتیں پوچھیں اور انہوں نے ان سب کا جواب دیا، اے پادری! انہوں نے تم سے صرف ایک بات پوچھی اور تم اس کا جواب نہیں دے پا رہے پادری بولا: کہ میں ان کی بات کا جواب دینے سے عاجز نہیں لیکن مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے ان کی بات کا جواب دے دیا تو تم میری موافقت نہیں کرو گے۔

وہ بولے ہم آپ کی موافقت کیوں نہیں کریں گے جبکہ آپ ہمارے بڑے ہیں۔

آپ نے جب بھی کچھ کہا ہم نے سنا اور آپ کی موافقت کی۔

پادری نے کہا: کہ لو پھر سنو آسمانوں اور جنت کی کنجی ہے۔

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

جب انہوں نے یہ بات سنی تو سب کے سب مسلمان ہو گئے اور گرجے کو گرا کر اس کی جگہ مسجد بنائی اور سب نے اپنی اپنی زُنّاریں توڑ ڈالیں۔ اس موقع پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو غیب سے آواز آئی: اے بایزید! تم نے ہماری رضا کی خاطر ایک زنار باندھی تھی ہم نے تمہاری خاطر پانچ سو زناریں تڑوا دیں۔

الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص۲۰۳ تا ۲۰۶

قرآنی حفاظت کا ایک بے مثال واقعہ

مفسرین کرام نے کتب تفاسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں ایک گاؤں میں پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا قرآن مجید نے اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا ۔ ان گاؤں والوں نے ان کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ (الکہف: آیت 77)

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام انطا کیہ تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انطا کیہ کے رہنے والوں نے سوچا کہ ہمارے آباؤ اجداد تو قیامت تک کے لیے بدنام ہو جائیں گے کیوں کہ ان کے انکار کا قرآن پاک میں ذکر آ گیا ہے۔ اس خیال سے وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: حضور اکرم ﷺ! اس آیت میں "ب" کی جگہ "ت" کر دیں تا کہ آیت اس طرح ہو جائے: فَاَتَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا یعنی گاؤں والے ان کی ضیافت کرنے کو آگے بڑھے۔ ابوا کی جگہ اتوا ہو جائے تو معنی بالکل بدل جاتا ہے۔ ابوا کے معنی انہوں نے انکار کر دیا اور اتوا کے معنی وہ (ضیافت کرنے آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا کہ یہ اللہ بزرگ و برتر کا کلام ہے اور ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے پاک ہے۔ لہٰذا تمہارے کہنے پر یا کسی اور وجہ سے ایسا کیا جانا ممکن نہیں۔

☆...... یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ وہ کسی قسم کی تبدیلی سے پاک ہے اور ہر تحریف سے محفوظ ہے اور صبح قیامت تک یہ اسی طرح محفوظ رہے گا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کی وساطت سے حضرت محمد کے قلب اطہر پر نازل فرمایا تھا۔

تفسیر روح البیان، جلد 5، ص 282، دار الفکر بیروت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی تفصیل

اس تذکرہ میں مندرجہ ذیل امور واقعاتِ احادیث کی روشنی میں پیش کیے جائیں گے۔ یہ چیزیں اگرچہ عقائد میں سے ہیں۔ لیکن عموماً ان کا تذکرہ کم ہونے کے باعث بہت سے لوگ اس بارے میں یا تو غافل رہتے ہیں یا پھر...... شکوک وشبہات کا شکار۔

- ❀ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب نازل ہوں گے؟
- ❀ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں نازل ہوں گے؟
- ❀ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہم کیسے پہچانیں گے؟
- ❀ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد کیا کریں گے؟

❀...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب نازل ہوں گے؟

آپ کا ظہور، مہدی کے آنے اور دجال کے خروج کے بعد ہوگا۔ دجال خارج ہو کر زمین میں چالیس روز قیام کرے گا۔ "ایک دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک ماہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے عام دنوں کی مانند ہوں گے۔" (۱) دجال کے قیام کی مدت ختم ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ سب سے پہلے دجال کو قتل کریں گے اور قتل کرتے وقت کہیں گے: تجھے ضرب لگانا میرے مقدر میں تھا۔

❀...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں نازل ہوں گے؟

سیریا (ملک شام) کے شہر دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس اس جگہ اتریں گے جہاں امام مہدی اور ان کے مسلمان ساتھیوں کا ٹھکانہ ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔'' (۲)

❀......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہم کیسے پہچانیں گے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا حلیہ اور نزول کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں، وہ اترنے والے، جب تم انہیں دیکھو گے تو انہیں پہچان لینا۔ وہ میانہ قد کے آدمی ہوں گے۔ رنگ سرخی اور سفیدی مائل ہوگا، گیرو سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے نازل ہوں گے۔ پانی نہ پڑنے کے باوجود ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔ (۳)

رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جبکہ وہ (دجال) یہ کام کر رہا ہوگا کہ اللہ، مسیح بن مریم علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار سے گیرو سے رنگے دو زرد کپڑے پہنے ہوئے نازل ہوں گے۔ انہوں نے اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھی ہوں گی، جب سر نیچا کریں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی مانند دانے گریں گے۔ (۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس (اسی عمر میں ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا) کے جوان ہوں گے۔ قد میانہ، رنگ سرخی سفیدی مائل، بال سیدھے (نرم اور کھلے ہوئے) ایک زلف دوشانوں کے درمیان حرکت کر رہی ہوگی، یوں معلوم ہوگا کہ وہ ابھی ابھی حمام سے نکل کر آ رہے ہیں ہوں، جب سر نیچا کریں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی مانند دانے گریں گے، گیرو سے رنگے دو زرد کپڑے (چادر اور تہ بند) پہنے ہوئے نازل ہوں گے۔ انہوں نے اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھی ہوں گی۔

❀......حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد کیا کریں گے؟

آپ سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، جب اتریں گے تو صبح کی نماز کی اقامت ہو

چکی ہو گی اور حضرت مہدی نماز پڑھانے کے لیے آگے آ چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ پیچھے ہٹ کر کہیں گے "آیئے! اے روح اللہ! آپ نماز پڑھایئے" حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکار کریں گے اور فرمائیں گے "نہیں! تم میں سے ایک امیر ہو گا دوسروں پر۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ حق کی خاطر قیامت تک لڑتا رہے گا اور غالب رہے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کا امیران سے کہے گا: آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ کہیں گے کہ نہیں، امیر تم میں سے ہو گا۔ یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بخشا ہے"۔(۵)

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے"......وہ اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھ لیں گے پھر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: آگے بڑھیے! اے روح اللہ! آپ فرمائیں گے تمہارا امام آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھائے۔" نماز کے ختم ہونے کے فوراً بعد حضرت عیسیٰ بن مریم دجال کے قتل اور باقی ماندہ یہودیوں کے خاتمے کا کام اپنے ذمے لیں گے۔

اس کے بعد وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ معاف کریں گے۔ اسلام اور تلوار میں سے صرف ایک کو قبول کریں گے (یعنی لوگ اسلام قبول کرلیں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں گے) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا" اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جلد ہی تمہارے درمیان ابن مریم علیہ السلام ایک عادل منصف کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ پھر وہ صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ معاف کریں گے۔ مال کی اتنی فراوانی ہو گی کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ہو گا۔ اسلام کا اس قدر دور دورہ ہو گا کہ ایک سجدہ، دنیا و مافیہا سے بہتر شمار ہو گا۔(۶)

پھر جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے گی۔ لوگ اتنے ناز و نعم سے زندگی گزاریں گے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ بغض اور کینہ جاتا رہے گا، زہریلے جانوروں کا زہر کھینچ لیا جائے گا حتیٰ کہ بچہ سانپ، کے بل میں ہاتھ ڈال دے گا اور سانپ اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا، بھیڑیا کتوں کی

طرح بھیڑوں کی حفاظت کرے گا۔ زمین سے برکتوں کا خروج ہوگا اور آسمان اپنی خیرات نازل کرے گا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام شادی کریں گے، پھر کعبۃ اللہ کا حج کریں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ابن مریم حج یا عمرہ کی غرض سے تلبیہ کے ساتھ اپنی آواز بلند کریں گے، یا ان دونوں کو دوبارسرانجام دیں گے۔ (۷)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں ساٹھ برس تک ٹھہریں گے اور ایک صحیح روایت کے مطابق چالیس برس قیام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگا؟ جب اللہ ان کے زمانہ میں یاجوج اور ماجوج کو ہلاک کردے گا تو وہ اس کے بعد وفات پائیں گے۔

۱...... اس حساب سے دجال کے زمین پر قیام کی مدت تقریبا ایک سال دو ماہ چودہ دن بنتی ہے۔

۲...... یہ حدیث طبرانی نے اوسؓ بن اوس سے روایت کی ہے۔

۳...... ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

٤...... حدیث کا کچھ حصہ مسلم نے حضرت نواس بن سمعانؓ سے نقل کیا ہے۔

۵...... مسلم نے کتاب الفتن میں اور احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی ہے۔

٦...... بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

۷...... احمد اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیاہے۔

دور نبوی کا ایک عجیب واقعہ

دجال کا جاسوس ایک شیطانی جانور

ایک روز اللہ کے رسول ﷺ جب نماز پڑھا چکے تو ہنستے ہنستے منبر پر تشریف لائے...... پھر آپ نے فرمایا: جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم میں نے تمہیں نہ تو کسی چیز کا شوق دلانے کے لیے جمع کیا ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرانے دھمکانے کی خاطر جمع کیا ہے بلکہ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے جمع کیا ہے کہ میرے صحابی تمیم داری رضی اللہ عنہ پہلے عیسائی تھے۔ وہ آئے اور میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور آج سفر سے واپسی پر انہوں نے مجھے ایسا قصہ سنایا جو اس قصے سے مشابہہ ہے جو میں تمہیں مسیح دجال کے بارے میں سنایا کرتا ہوں۔

وہ لخم اور جذام قبیلہ کے تیس آدمیوں کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے...... سمندری کشتی پر سوار ہوئے، دورانِ سفر موجیں مہینہ بھر ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ ایک سمندری جزیرے پر لنگر انداز ہو گئے۔ اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ وہ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے جونہی وہ جزیرے میں داخل ہوئے ان کو ایک جانور ملا جس کے جسم پر بہت سے بال تھے، بالوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کے آگے پیچھے کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ انہوں نے کہا: تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس) ہوں انہوں نے پوچھا یہ جساسہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: اے لوگو! دیر میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ، وہ تمہاری خبریں سننے کا بڑے شوق سے انتظار کر رہا ہے......

ہم جلدی سے چلے اور اس دیر (گرجے) میں جا داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بھاری بھرکم شکل وصورت کا ایک آدمی ہے جس کے لمبے لمبے ہاتھ، گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں کے درمیان تک، اور اس کی گردن.......... لوہے کی زنجیروں سے مضبوطی سے بندھی ہوئی ہے۔

ہم نے پوچھا: تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میرا پتہ تو تمہیں چل ہی گیا ہے، یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا: ہم عربی ہیں۔ ایک سمندری کشتی میں سوار ہوئے، سمندر موجزن تھا، مہینہ بھر اس کی موجیں ہمارے ساتھ اٹکھیلیاں کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ ہم تیرے اس جزیرے کے کنارے لگ گئے.......... اور جب ہم اس جزیرے میں داخل ہوئے تو ہمیں ایک ایسا جانور ملا جس کے بدن پر بہت سے بال تھے، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا پتہ نہ چلتا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: تو کیا چیز ہے؟ تو اس نے اپنے اور تیرے بارے میں کچھ بتایا اور یوں ہم تیرے پاس یہاں آپہنچے.......... اور ہمیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں تو شیطان ہی نہ ہو۔

پھر اس نے پوچھا: مجھے بیسان کے نخلستان کا حال بتاؤ؟ ہم نے کہا: اس نخلستان کے بارے میں کونسی بات پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں پوچھ رہا ہوں کہ نخلستان بارآور ہوا ہے؟ ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا: وہ جلد ہی بے ثمر ہو جائے گا۔ پھر اس نے پوچھا: مجھے بحیرہ طبریہ کا حال بتاؤ؟ ہم نے کہا: اس کے بارے میں کونسی بات پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں پوچھ رہا ہوں کہ اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا: اس میں بہت پانی ہے۔ اس نے کہا: اس کا پانی جلد ختم ہو جائے گا۔ پھر اس نے پوچھا: مجھے زغر کے چشمے کے بارے میں بتاؤ؟ ہم نے کہا: اس زغر کے بارے میں کونسی بات پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں پوچھ رہا ہوں کیا چشمے میں پانی ہے اور وہاں رہنے والے اس پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں! وہاں پانی بہت ہے اور وہ لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

پھر اس نے کہا: مجھے اُمیوں کے نبی (ﷺ) کے بارے میں بتایئے وہ کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: وہ مکہ سے نکل کر یثرب میں قیام پذیر ہیں۔ اس نے کہا: کیا عربوں نے ان کی ساتھ جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا: انہوں نے ان کا مقابلہ کیسے کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ قریب قریب کے عربوں پر غالب آ چکے ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس نے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟ ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا: ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ ان (نبی ﷺ) کی اطاعت قبول کر لیں۔

پھر اس نے کہا: اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں: میں مسیح دجال ہوں، عنقریب مجھے خروج کی اجازت مل جائے گی میں نکل کر زمین کی سیر کروں گا اور چالیس راتوں میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی کو گرا دوں گا۔ وہ دونوں میرے لیے ممنوع ہیں اور اگر ان میں کسی ایک بستی کا قصد کروں تو ایک فرشتہ ہاتھ میں برہنہ تلوار لیے میرا سامنا کرے گا اور مدینہ کا دفاع کریگا۔ نیز اس بستی کے ہر سوراخ پر فرشتے پہرہ دیں گے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے منبر پر اپنا عصا مار کر کہا: یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے یہ طیبہ یعنی مدینہ ہے۔ دیکھو کیا میں نے تمہیں یہ قصہ نہیں بتایا تھا؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں، بے شک آپ ایسا بتاتے رہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمیم داری رضی اللہ عنہ کی یہ حکایت اچھی لگی کیونکہ یہ اس وحی کے مطابق ہے جو میں نے تمہیں مسیح دجال کے بارے میں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں بتائی ہے۔ دیکھو وہ شام یا یمن کے سمندر میں سے نہیں بلکہ وہ مشرق میں ہے، مشرق میں رہے گا، اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

رواہ مسلم وابن ماجہ فی کتاب الفتن، عن فاطمہ بنت قیس

پاکیزہ رزق کا اثر

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچے۔ امام شافعی نے اپنی بیٹیوں کو بتایا کہ ایک بڑے عالم آئے ہیں، ان کے لیے اچھا سا کھانا تیار کر دیں۔ چنانچہ بیٹیوں نے کھانا بنا کر کمرے میں رکھ دیا۔ رات کو تہجد کے لیے مصلیٰ بھی رکھ دیا اور وضو کے لیے لوٹا بھی۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھایا اور کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد لیٹ گئے۔ علی الصبح نمازِ فجر کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔

بچیاں کمرے میں صفائی کرنے کے لیے آئیں تو دیکھا کہ برتن میں جو دو تین آدمیوں کا کھانا رکھا تھا وہ سارا ختم، مصلیٰ جیسا رکھا تھا ویسے ہی پڑا تھا، پانی جیسے بھرا تھا جوں کا توں موجود تھا۔ یہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئیں.......... اور ساتھ ہی ذہن میں کچھ بدگمانی سی بھی پیدا ہوگئی کہ ان کی تعریفیں تو بہت سنی تھیں مگر معاملہ تو ایسا نہیں، تہجد بھی نہیں پڑھی اور صبح بھی بے وضو ہی چلے گئے۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گھر آئے تو بیٹیوں نے ساری بات کہہ سنائی۔

اس دور کی کیا بات تھی وہ سچے اور کھرے لوگ تھے۔ امام شافعی نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بچیوں کی بات سے آگاہ کر دیا، وہ فرمانے لگے.......... بات یہ ہے کہ جب میں نے کھانے کا پہلا لقمہ کھایا تو میرے دل ودماغ پر عجیب قسم کے انوارات ظاہر ہونا شروع ہو گئے اور ہر لقمہ پر روحانی کیفیت بڑھتی جا رہی تھی میں نے سوچا کہ یہ اس پاکیزہ رزق کا اثر ہے۔ معلوم نہیں زندگی میں ایسا حلال اور پاک رزق پھر مجھے نصیب ہوگا یا نہیں، اس لیے میں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

پھر بستر پر جب میں سونے کے لیے لیٹا تو میرے دل ودماغ میں قرآن پاک کی آیتیں اور احادیثِ نبویہ متحضر ہونے لگیں اور بہت سے مسائل کا حل مجھ پر منکشف ہونے

لگا اسی کیفیت میں رات گزری معمول کے مطابق جب نمازِ تہجد کی جانب میرا دھیان ہوا تو میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہزار رکعت نوافل پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے لہٰذا میں نے اپنی ساری توجہ انہیں مسائلِ علمیہ کے استنباط واستخراج کی جانب ہی رکھی...... یہاں تک کہ نمازِ فجر کا وقت ہو گیا اور میں مسجد چلا گیا۔ رات بھر آنکھ لگی نہ وضو ٹوٹا اور یہی وجہ تھی کہ وہ وضو کے لیے آپ کا رکھا ہوا پانی اور جائے نماز بھی وہیں اسی حالت میں رکھا رہا اور استعمال کی نوبت ہی نہ آئی۔ اور میرا گمان ہے کہ یہ آپ کے پاکیزہ رزق کی برکت کا اثر تھا۔

اسلاف کے ایمان افروز واقعات، صفحہ:261

تربیت کا ایک خوبصورت انداز

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں جن کی ولایت، بزرگی، دین پر استقامت ہر ایک تسلیم کرتا ہے۔ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے خاندان میں سے ایک صاحب کے گھر جانے کا موقع ملا۔ ہم ان کے گھر میں تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ وہ نئی آبادی تھی، مسجد قریب نہ تھی اس لیے گھر میں ہی جماعت سے نماز ادا کرنا تھی۔ نمازِ مغرب کے لیے جب ایک شخص نے اذان کہی تو اس وقت ان کے بچے گھر کے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیل رہے تھے۔ ہم نے صفیں بنانا شروع کیں تو دیکھا کہ وہ بچے جو فٹ بال کھیل رہے تھے چھوٹے بڑے سارے ہی آئے اور آ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور نماز شروع کر دی۔

میں نے صاحبِ خانہ سے پوچھا کہ ان بچوں نے وضو نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اِن کا وضو پہلے سے ہے۔ اس عاجز (پیر صاحب) نے سمجھا کہ شاید انہوں نے سوچا ہو گا کہ مہمان آیا ہوا ہے نماز کا وقت ہو رہا ہے ہم پہلے ہی وضو کر لیتے ہیں جب نماز ہونے لگی تو شریک ہو جائیں گے۔ نماز پڑھ لینے کے بعد صاحبِ خانہ نے بتایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں اوپر کے مشائخ سے یہ عمل چلتا آ رہا ہے کہ کوئی بچہ بھی جب چار پانچ سال کی عمر سے بڑا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو ہر وقت باوضو رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ہمارے گھر میں آپ کسی کو بھی (جاگتے ہوئے) بے وضو نہیں دیکھیں گے۔ سبحان اللہ! یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی کہ آج کے دور میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ جن کو باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ اور تمنا ہوتی ہے۔

کما تعیشون تموتون فرمایا جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی۔ تو باوضو زندگی گزارنے والوں کو اللہ تعالیٰ باوضو موت عطا فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اسلاف نے اپنی اولاد کی عمدہ تربیت کے کیسے پاکیزہ انداز اپنائے۔

خواتین کے لیے تربیتی بیانات از پیر ذوالفقار احمد نقشبندیمدظلہٗ العالی

سخاوت کا معیار

حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سخاوت میں بڑے مشہور تھے۔ ایک مرتبہ کسی باغ کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک غلام کو دیکھا، وہ باغ میں کھجوریں اکٹھی کر رہا تھا اور دیگر چھوٹے موٹے کام کر رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ بڑا پسند آیا اور اس کی حرکات وسکنات کا جائزہ لینے لگے اتنے میں باغ کے مالک کا بیٹا آیا اس کے ہاتھ میں دو روٹیاں تھیں اس نے غلام کو روٹیاں تھمائیں، اور وہ ذرا ہٹ کر کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔

اسی دوران ایک کتا اس غلام کی طرف بڑھا اور دُم ہلانا شروع کر دی غلام نے ایک روٹی کتے کے سامنے پھینک دی۔ کتے نے جلدی سے وہ روٹی کھالی اور دوبارہ غلام کی طرف دیکھ کر دم ہلانے لگا۔ غلام نے دوسری روٹی بھی اس کی طرف پھینک دی اور خود کام کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو اس کے اس فعل پر بڑا تعجب ہوا............ اس کے قریب آئے اور اس سے پوچھا: اے لڑکے! تمہاری ہر روز کی خوراک کیا ہے؟ غلام بولا: وہی جو آپ نے دیکھ لی ہے۔

آپ نے فرمایا: پھر تم نے اس کتے کو اپنی دونوں روٹیاں کیوں کھلا دیں، غلام کہنے لگا: حضرت! ہمارے اس علاقے میں کتے نہیں ہوتے، میرا خیال ہے کہ اس کتے کو سخت بھوک ہی اس علاقے میں لے کر آئی ہے، اس لیے میں نے ایثار سے کام لیا اور اپنی روٹی اس کو کھلا دی۔

آپ نے پوچھا: تم آج رات کیسے گزارا کرو گے؟

وہ کہنے لگا: آج کی رات بھوکا ہی سو جاؤں گا۔

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے دل میں کہنے لگے۔

يَلُوْمُنِي النَّاسُ عَلَى السَّخَاءِ وَهٰذَا الْغُلَامُ أَسْخٰى مِنِّي

''لوگ میری سخاوت کو دیکھ کر مجھے کوستے ہیں (اور کہتے ہیں کہ یہ ضرورت سے زیادہ سخاوت کرتا ہے) مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ نوجوان مجھ سے کہیں زیادہ سخی ہے۔''

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس غلام کے مالک کے پاس جا پہنچے اور عرض کی: بھئی! یہ غلام مجھے بیچ دو۔ غلام کے مالک نے پوچھا: حضرت! آپ اس کو کیوں خریدنا چاہتے ہیں؟

آپ نے اس کو سارا قصہ سنایا اور کہا: میری خواہش ہے کہ اس غلام کو خرید کر آزاد کر دوں، نیز یہ باغ بھی خرید کر اسے ہدیہ کر دوں، تاکہ یہ آرام سے زندگی گزارے۔

اس غلام کا مالک کہنے لگا: جناب! آپ نے تو اس کی ایک ہی خوبی دیکھی ہے اور اتنے مہربان اور متاثر ہو گئے ہیں، ہم تو ہر روز اس کی بے شمار خوبیاں دیکھتے ہیں۔ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس غلام کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر آزاد کر دیا..........

باقی رہا یہ باغ! تو یہ بھی میری طرف سے اس کے لیے ہدیہ ہے۔

سنہرے اوراق، صفحہ:172

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت

یہ اس وقت کی بات ہے جب امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چھ برس کی تھی وہ مدرسے جایا کرتے تھے آپ کی والدہ ماجدہ اولادِ بنی ہاشم میں سے تھیں وہ بڑی عبادت گزار اور امانت دار تھیں لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھوایا کرتے تھے ایک دن دو آدمی ان کے پاس ایک صندوق بطور امانت رکھوا گئے۔ چند دن بعد ان میں سے ایک شخص آیا اور وہ صندوق مانگا۔ آپ نے اسے صندوق دے دیا۔ دوسرے دن دوسرا آ گیا اور اسی صندوق کا تقاضا کرنے لگا۔ انہوں نے کہا: وہ صندوق تو تمہارا ساتھی کل لے گیا تھا۔

اس شخص نے کہا: کیا ہم نے آپ سے یہ نہ کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں نہ آئیں صندوق نہ دیجئے گا؟ وہ بولیں: بے شک یہ تو کہا تھا۔ اس نے کہا: تب پھر آپ نے وہ صندوق اس کو کیوں دیدیا۔ اس کی یہ بات سن کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ پریشان ہو گئیں اور سوچنے لگیں کہ کیا کیا جائے؟ اسی دوران مدرسہ سے چھٹی کے وقت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے انہوں نے والدہ سے پوچھا: آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ اس پر ان کی والدہ نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے کہا: پریشان نہ ہوں میں اس سے بات کرتا ہوں، پھر اس شخص کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: بس تم اپنے ساتھی کو اپنے ہمراہ لے آؤ تا کہ شرط کے مطابق وہ صندوق تم دونوں کے حوالے کر دیا جائے۔ آپ کی یہ بات سن کر اس کے طوطے اُڑ گئے۔ وہ دوسرے ساتھی کو کیوں اور کیسے اپنے ہمراہ لا سکتا تھا، وہ تو ملی بھگت سے چاہتے تھے کہ ہمیں شاید کچھ اور مال مل جائے گا لیکن یہ جواب سن کر بس وہ اپنا سا منہ لے کر لوٹ گیا۔

تذکرۃ الاولیاء، صفحہ :255

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قسمت پر مجھے رشک آتا ہے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی زوجہ تھیں لیکن انہی کی زبانی یہ ایک قابلِ رشک واقعہ سنیے! فرماتی ہیں............

ایک دفعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ ہالہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے آئیں اور گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ ان کی آواز............ ان کا لہجہ...... اور بولنے کا انداز وہی تھا جو ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے جونہی یہ آواز آپ کے کانوں میں پڑی تو بے اختیار آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھل اٹھے اور فرمایا: ہالہ ہوں گی! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے رشک پیدا ہوا اور میں نے عرض کیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ کو یاد کرتے ہیں اور ان کی بے حد توصیف کرتے ہیں وہ تو بوڑھی عورت تھیں حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا نعم البدل عطا فرمایا ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلال آ گیا اور فرمانے لگے:

نہیں، اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے اس کا نعم البدل عطا نہیں فرمایا............

* جب لوگوں نے مجھ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔
* جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی، مجھے سچا کہا۔
* اور جب لوگوں نے مجھے معاش سے محروم کر دیا تھا تو انہوں نے مال سے میری مدد کی۔
* اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسری بیویوں سے اولاد کی نعمت عطا نہیں کی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اولاد عطا فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ میں ڈر گئی اور اس روز سے عہد کر لیا کہ آئندہ حضور

اقدس ﷺ کے سامنے کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: گو میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ ہمیشہ ان کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ ﷺ بڑی تاکید سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہم نشین عورتوں (سہیلیوں) کے پاس گوشت بھجوایا کرتے تھے۔

مثالی دلہن، صحفہ: 145

فنِ خطاطی میں مسلمانوں کی امتیازی شان

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ کتابت انسانی خواص میں سے ہے۔ اس سے انسان جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ عرب میں یہ فن تبّعُ کی طرف سے آیا۔ جو یمن کی نہایت ترقی یافتہ قوم تھی اس زمانے میں اس فن کا نام دکا حمیری تھا۔ وہاں سے یہ اہلِ حیرہ تک پہنچا اور حیرہ سے اہل طائف اور قریش میں آ گیا۔ حیرہ سے یہ فن مصر میں پہنچا۔ پھر اہل اندلس نے اس میں کمال پیدا کیا اور ان کا خط عرب اور افریقہ میں احسن الخطوط مانا گیا۔

فنِ خطاطی میں مسلمانوں نے بڑا عروج حاصل کیا اور اس کی کئی اقسام وضع کیں مثلاً خطِ کوفی، خطِ نسخ، خطِ ریحانی، خطِ دیوانی، خطِ شکستہ، خطِ فارسی، خطِ نستعلیق، خطِ طغریٰ، خط گلزار، خطِ غبار اور خطِ رقعیٰ وغیرہ۔

پھر فنِ کتابت میں زود نویسی اور باریک نویسی بھی ایک فن کا درجہ پا گئی، چنانچہ......

- اسماعیل بن عبد اللہ ناسخ کے نام پر خطِ نسخ مشہور ہوا۔ یہ خطِ غبار میں بھی ماہر تھے اور انہیں باریک نویسی میں بھی کمال حاصل تھا...... یہ سورۃ اخلاص ایک چاول پر لکھ لیا کرتے تھے ایک مرتبہ آیت الکرسی ایک چاول پر لکھی۔ 788 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔
- حسن بن شہاب عسکری زود نویس کاتب تھے۔ وہ تین راتوں میں عرب ادب کی مشہور کتاب دیوان متنبی لکھ لیا کرتے تھے۔ 428 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔
- شیخ علی متقی ہندی برہان پوری نے علامہ سیوطی کی جمع الجوامع کو ابواب فقہیہ میں مرتب کیا۔ شیخ علی متقی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک کاغذ کا صفحہ عبدالوہاب شعرانی کو ہدیہ پیش کیا اس صفحے پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا۔ ہر سطر میں چوتھائی پارہ لکھا گیا۔ آپ نے...... 75 ہجری میں انتقال فرمایا۔

- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خراسانی کاغذ کے ایک صفحے پر 640 سطریں لکھا کرتے تھے۔
- بعض سلف صالحین اپنی لڑکیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرتے پھر ہر لڑکی اپنے ہاتھ سے انتہائی خوبصورت لکھائی میں قرآن مجید لکھتی۔ اس کو سنہری جلد میں مجلد کر دیا جاتا اور جب اس لڑکی کی شادی ہوتی تو اس کو جہیز میں یہی قرآن مجید دیا جاتا۔

لاھور سے تابخاك بخارا و سمر قند صحفه: 89

ایک منفرد قبرستان

پھر ہم (مذکورۃ الذیل کتاب کے مصنف) لوگ پرانے سمرقند میں آپہنچے............
جہاں پرانی طرز کے پتھروں سے بنے ہوئے مکانات تھے۔اس پورے علاقے میں انوارات کی بارش عام آدمی بھی محسوس کرسکتا تھا............ ہمارے اسلاف نے یہیں جنم لیا اور انہی فضاؤں میں پرورش پائی اور پھر اپنی تقوٰی بھری زندگیاں گزار کر اپنے رب کے حضور جا پہنچے۔اسی علاقہ میں ایک گھر میں حضرت امامِ اہلسنت ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تھا۔

اور یہاں سے قریب ہی وہ مشہور قبرستان ہے جسے محدّثین کا قبرستان کہتے ہیں جہاں پر دفن ہونے والوں کے لیے دو شرائط تھیں۔

1......مرحوم اپنے وقت کا مسلمہ محدث و مفسر ہو۔

2......مرحوم محدث کا نام محمد ہو۔

انتظامیہ کے لوگ ان شرائط کی اس قدر پابندی کیا کرتے تھے کہ فقہ کی مشہور ومعتبر کتاب الھدایہ کے مصنف قاضی برہان الدین المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عبقری شخصیت کو لوگوں نے یہاں دفن کرنا چاہا مگر اس وجہ سے انتظامیہ نے انکار کردیا کہ ان کا نام محمد نہیں تھا۔

☆......یاد رہے اس مبارک قبرستان میں محمد نامی محدثین ومفسرین کی چار سو قبور تھیں۔

ع...... دفن ہو گا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

لاھور سے تابخاکِ بخارا و سمرقند صفحہ: 96

کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں

ہم سب کے پیارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعاؤں میں دجال کے فتنہ سے بہت پناہ مانگی ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور فتنہ نہیں۔ لہٰذا آپ بھی اس کی عجیب وغریب تفصیل پڑھیے اور اس عظیم فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگئے۔ اس ضمن میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک صحیح اور جامع حدیث کا ترجمہ قارئین کے لیے پیش کیا جاتا ہے............ ترجمہ ملاحظہ فرمایئے!

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا کیا ہے کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اللہ جل جلالہ نے جس نبی کو بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو وہ لامحالہ تمہاری طرف خروج کرے گا۔ اگر اس کے خروج کے وقت میں تمہارے درمیان موجود ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کے سامنے حجت پیش کروں گا اور اگر اس کا خروج میرے بعد ہوا تو ہر آدمی خود اپنی حجت پیش کرے گا اور میں ہر مسلمان کے لیے اللہ کو مددگار کیے جا رہا ہوں۔

دجال شام اور عراق کے درمیان ایک شگاف میں سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد بپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! اے لوگو! ثابت قدم رہنا، میں تمہارے لیے اس کی ایسی علامات بیان کروں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیے ہوں گے......

* وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں۔ دیکھو! تم اپنے رب کو مرنے کے بعد ہی دیکھ سکو گے۔ وہ کانا ہے مگر تمہارا رب یک چشم نہیں ہے۔ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہوگا۔ اس کو ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ مومن پڑھ سکے گا۔

* دجال کا ایک فتنہ یہ ہے کہ اس کے پاس جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی۔ اس کی جنت اصل میں دوزخ ہے اور اس کی دوزخ اصل میں جنت ہے۔ جو اس کی آگ کی آزمائش میں پڑے وہ اللہ کی پناہ مانگے۔ اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے وہ آگ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دے گا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی اور ٹھنڈک والا بنا دیا تھا۔

* اس کا ایک فتنہ یہ ہے کہ وہ بدو (عرب دیہاتی) سے کہے گا کہ اگر میں تمہارے ماں باپ کو زندہ کر دوں تو کیا تم میرے رب ہونے کی گواہی دو گے؟ وہ کہے گا ہاں۔ پھر وہ شیطان کو اس کے ماں باپ کی صورت میں اس کے سامنے کھڑا کر دے گا۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے بیٹے اس کی پیروی کرو، یہ تمہارا رب ہے۔

* ایک فتنہ اس کا یہ ہوگا...... کہ وہ کسی انسان پر قابو پا کر اس کو قتل کر دے گا، پھر اسے آرے سے دو حصوں میں چیر ڈالے گا، پھر وہ لوگوں سے کہے گا اس بندے کی طرف دیکھو میں اسے دوبارہ زندہ کر دوں گا، مگر وہ پھر بھی کہے گا کہ میرے سوا اس کا کوئی رب ہے۔ چنانچہ اللہ اسے دوبارہ زندہ کر دے گا اور وہ خبیث اسے کہے گا تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب تو اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن ہے تو دجال ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارے متعلق مجھے جھوٹا ہونے کی آج کے دن سے بڑھ کر کبھی اتنی بصیرت حاصل نہیں تھی۔

* اس کے فتنوں میں سے ایک، فتنہ یہ بھی ہے کہ وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا.......... اور زمین کو اُگانے کا حکم دے گا تو وہ غلہ اُگانے لگے گا۔

* ایک فتنہ اس کا یہ بھی ہے کہ وہ ایک قبیلے کے پاس سے گزرے گا جو اس کی تکذیب کرے گا اور اس کے تمام چرنے والے جانور ہلاک ہو جائیں گے۔
* ایک فتنہ اس کا یہ بھی ہو گا کہ وہ ایک قبیلے سے گزر رہا ہو گا قبیلے کے لوگ اس کی تصدیق کریں گے تو وہ آسمان کو بارش برسانے..........اور وہ زمین کو اُگانے کا حکم دے گا تو بارش بھی برسے گی اور زمین نباتات بھی اُگائے گی۔ یہاں تک کہ اس قبیلہ کے مویشی اسی دن سے بہت زیادہ موٹے تازے ہونے شروع ہونے لگیں گے، ان کے پہلو تن جائیں گے اور ان کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔

وہ زمین کی ہر چیز کو روند کر اس پر غالب آئے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے، وہ ان کے جس راستے سے آئے گا وہاں اسے فرشتے تلوار سونتے ملیں گے حتیٰ کہ وہ بنجر زمین کے موڑ پر ایک قسم کی سرخ زمین پر پڑاؤ ڈالے گا۔ مدینہ اپنے باسیوں سمیت تین مرتبہ لرزے گا، اس میں رہنے والا ہر منافق مرد اور عورت نکل کر اس کی طرف چلے آئیں گے۔ وہ خبیث مدینہ سے اس طرح دور ہٹ جائے گا جیسے دھونکنی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اس دن کو نجات کا دن کہا جائے گا۔

پوچھا گیا: ان دنوں عرب کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ان دنوں تھوڑے ہوں گے ایک مرد صالح ان کا امام ہو گا۔ جس دوران ان کا امام آگے بڑھ کر ان کو صبح کی نماز پڑھا رہا ہو گا اسی صبح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول ہو گا وہ امام الٹے پاؤں پیچھے ہٹ جائے گا تا کہ عیسیٰ علیہ السلام آگے ہوں اور نماز پڑھائیں۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہیں گے: آگے بڑھو اور نماز کراؤ، کیونکہ اقامت تو آپ کے لیے کہی گئی ہے۔ اس لیے نماز بھی آپ ہی پڑھائیں گے۔ جب وہ امام نماز پڑھا کر ایک طرف ہو

جائے گا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کہیں گے دروازہ کھول دو! (مدینے کا وہ) دروازہ کھولا جائے گا۔ دروازے کے پیچھے 70 ہزار یہودیوں سمیت دجال موجود ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس تیز تلوار ہو گی۔

جب دجال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ گا تو وہ یوں پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے اور وہ بھاگ جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے لُدِّ شَرقی کے دروازے پر جالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست دے گا۔ اللہ کی مخلوق میں سے یہودی جس چیز کی پناہ لے گا وہ بول اٹھے گی خواہ وہ پتھر ہو، درخت ہو، دیوار ہو یا کوئی جانور، سوائے غرقد کے درخت کے وہ تو یہودیوں کا درخت ہے اس لیے نہیں بولے گا۔ باقی ہر وہ چیز کہے گی: اے اللہ کے مسلمان بندے! یہ رہا یہودی، آؤ اور اسے قتل کر دو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت میری امت کے درمیان ایک انصاف پسند جج اور ایک عادل امام کی ہو گی۔ وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے، جزیہ ساقط کر دیں گے، زکوۃ معاف کر دیں گے، وہ کینہ اور بغض کو ختم کر دیں گے۔ وہ ہر گرم چیز کی گرمی کو نکال پھینکیں گے یہاں تک کہ:

* بچہ سانپ کے بل میں اپنا ہاتھ ڈالے گا تو وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔
* ایک بچی شیر کو تکلیف پہنچائے گی مگر وہ اسے ضرر نہ پہنچا سکے گا۔
* بھیڑیا بھیڑوں کی، کتے کی مانند رکھوالی کرے گا..........
* وَتُمْلَاءُ الْاَرْضُ مِنَ السِّلْمِ كَمَا يُمْلَاءُ الْاِنَاءُ مِنَ الْمَاءِ...... دنیا امن اور چین سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ اتفاق کا دور دورہ ہو گا اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو گی۔ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے گی۔ قریش اپنی

حکومت چھین لیں گے اور............

* زمین چاندی کے فرش کی طرح ہو کر وہ نباتات اگائے گی جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت اگاتی تھی۔
* یہاں تک کہ لوگ انگور کے ایک گچھے کو مل کر کھائیں گے اور وہ انہیں سیر کر دے گا۔
* لوگ ایک انار مل کر کھائیں گے تو وہ ان کا پیٹ بھر دے گا۔
* بیل بہت تھوڑے پیسوں میں مل جائے گا۔
* اور گھوڑے کی قیمت صرف چند درہم ہو گی۔

دجال کے خروج سے پہلے کے تین سال سخت ہوں گے جن میں لوگ سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔ پہلے سال اللہ آسمان کو حکم دے گا کہ ایک تہائی بارش روک لو اور زمین کو حکم ملے گا کہ ایک تہائی نباتات روک لے۔ پھر دوسرے سال آسمان کو حکم ہو گا کہ وہ دو تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم ملے گا کہ وہ دو تہائی نباتات روک لے۔ پھر تیسرے سال آسمان کو حکم ہو گا کہ ساری بارش روک لے۔ چنانچہ ایک قطرہ بھی نہیں برسے گا۔ اور زمین کو حکم ہو گا کہ تمام نباتات روک لے۔ چنانچہ کچھ بھی سبزہ نہ اگے گا۔ اور کُھر والا کوئی بھی جانور باقی نہ بچے گا۔ سوائے اس کے جسے اللہ بچانا چاہے۔ پوچھا گیا: ان دنوں لوگ زندہ کیسے رہیں گے؟ تو فرمایا: تہلیل (لا الہ الا اللّٰہ) سے، تکبیر (اللّٰہ اکبر) اور تحمید (الحمد للّٰہ) سے۔ یہ کلمات ان کو غذا کا کام دے گیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَالِ

سنن ابن ماجه، كتاب الفتن باب فتنة الدجال وخروج عيسىٰ عليه السلام

مصحفِ عثمانی کی زیارت

تاشقند میں...... فقیر جب طلا شیخ کی ایک عمارت کے اندر داخل ہوا تو ایک نوجوان نے بتایا........... کہ یہاں سینکڑوں مخطوطہ اور مطبوعہ قرآن مجید کے نادر نسخے موجود ہیں۔ سب سے انمول نسخہ مصحفِ عثمانی ہے۔ یہ چمڑے پر لکھے گئے قرآن مجید کا نسخہ ہے جسے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تیار کروایا تھے اور اسی پر تلاوت کیا کرتے تھے پہلے یہ نسخہ کسی اور ملک میں تھا مگر امیر تیمور نے جب مختلف ممالک کو فتح کیا تو یہ نسخہ وہ اپنے ہمراہ سمرقند لے آیا۔ جب روسی انقلاب آیا تو اس نسخہ کو لینن گراڈ کے عجائب گھر میں پہنچا دیا گیا۔ پھر جب وسطِ ایشیا کی ریاستیں آزاد ہوئیں تو ازبکستان کی حکومت نے پر زور مطالبہ کیا کہ مصحفِ عثمانی ہمیں واپس کیا جائے۔ چنانچہ بڑے ادب واحترام سے اس قرآن پاک کو تاشقند لا کر اس عمارت میں رکھا گیا۔

نیز دو ڈاکٹر حضرات کی یہاں مستقل ڈیوٹی ہے کہ وہ کمرے کا درجہ حرارت اور ہوا میں نمی کی مقدار کو چیک کرتے ہیں........... اور اس نسخہ قرآنی پر مختلف کیمیکل کا سپرے کرتے رہیں تا کہ یہ نسخہ خراب نہ ہو۔ مصحفِ عثمانی کی عبارت خطِ کوفی میں لکھی ہوئی تھی جو کہ واضح پڑھی نہیں جا رہی تھی۔ کافی دیر غور وخوض کے بعد دو لفظ جبریل و میکال سمجھ میں آئے۔ پھر فقیر نے زبانی پڑھنا شروع کر دیا تو لفظوں کی بناوٹ خود بخود سمجھ میں آنے لگی۔ جب اس لفظ پہ پہنچے فسیکفیکھم اللہ تو وہاں پر ایک نشان لگا ہوا دیکھا۔ بتایا گیا کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو آپ کے جسم سے نکلنے والے خون کا یہاں نشان لگ گیا۔ گویا کہ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا گواہ اللہ کا قرآن بن گیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن پاک سے یہ لازوال پیار تاریخ کا حسین نقش بن کے رہ گیا۔

(لاہور سے تا بخاکِ بخارا و سمرقند صفحہ:30)

اگر وہ لڑکا یہودی ہوتو............

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ بڑے عقل وفہم والے تھے اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے اپنے دین کا کام لینا ہو، اسے صلاحیتیں بھی خوب عطا فرماتے ہیں۔ امام صاحب کی معاملہ فہمی اور ذکاوت کا اندازہ سطورِ ذیل کے اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے.......... ملاحظہ فرمایئے!

کوفہ میں ایک شخص دامادِ نبی، سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ، یہودی کہا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت الامام اس کے پاس تشریف لے گئے اور نہایت ہمدردی سے اسے کہا میں تمہاری لڑکی کے لیے ایک رشتہ کا پیغام لے کر آیا ہوں.......... لڑکا نہایت شریف، صاحبِ حیثیت، حافظِ قرآن، سخی اور عبادت گزار ہے اور خوفِ خدا خوب رکھتا ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند.......... اور بڑا باحیا ہے۔

اس آدمی نے جھٹ سے یہ کہا: جناب والا! آپ نے تو اس کی بڑی صفات گنوائی ہیں۔ بخدا اس سے کچھ کم درجہ کا وہ لڑکا ہوتا تب بھی معاملہ ٹھیک تھا.......... لیکن آپ تو بہت بہتر اوصاف والا بتا رہے ہیں۔ ہم اسے دل وجان سے پسند کرتے ہیں۔ ہم سے ملوایئے! وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: لیکن ایک بات ہے وہ لڑکا مذہباً یہودی ہوتو پھر..........؟ یہ سنتے ہی اس شخص نے شدت سے انکار کر دیا۔ نہیں چاہیے.......... ہمیں ایسا رشتہ۔ کیا آپ ایک یہودی کے ساتھ میری لڑکی کی شادی کرنا چاہتے ہیں؟

امام صاحب کی اس تدبیر سے جب وہ اس نکتے پہ آ گیا تو آپ نے اس کی اصلاح کے لیے فرمایا: تمہیں اپنی بیٹی کے لیے ایک یہودی کا رشتہ نامنظور ہے.......... تو حبیبِ کبریا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں کے لیے کسی یہودی کا انتخاب کیسے کر سکتے تھے؟ اب اس کا ماتھا ٹھنکا! اور توبہ استغفار کرنے لگا اور معذرت کرتے ہوئے کہا: آپ نے مجھے بڑے اچھے انداز میں یہ نکتہ سمجھا دیا۔ اب میں ہمیشہ کے لیے اس سے باز رہوں گا۔

تاریخ بغداد جلد 13، صفحہ: 364

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے چند سبق آموز واقعات

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقل وفہم میں بچپن ہی سے مشہور تھے۔ان کے ابتدائی استاد امام ربیعۃ الرائے جب ان کو اپنی مجلس میں آتا دیکھتے تو فرماتے: عاقل (دانا آدمی) آ گیا۔(1)

امام صاحب نے ایک جوان کو دیکھا جو اکڑ کر چل رہا تھا، آپ نے اس کی اصلاح کی تدبیر سوچی اور جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ ساتھ جا کر اسی انداز میں چلنے لگے۔ اور ساتھ ہی اس سے یوں مخاطب ہوئے: میرا یوں چلنے کا انداز آپ کو کیسا لگا؟ اس نے کہا: اچھا نہیں لگا: امام صاحب نے فرمایا: پھر تم بھی اپنے چلنے کا انداز بدل لو۔ یہ بات اس نوجوان کے دل میں اتر گئی اور اس نے اپنے چلنے کا انداز اسی وقت بدل لیا۔(۲)

امام صاحب کو پھلوں میں سے کیلا بہت پسند تھا۔فرماتے تھے: اس پھل پر مکھی نہیں بیٹھتی اور نہ گندا ہاتھ لگتا ہے۔ جنت کے پھلوں کے مشابہ ہے، سردی گرمی ہر موسم میں ملتا ہے یہ جنت کے پھل کی خصوصیت ہے۔یعنی اُكُلُهَا دَآئِمٌ۔آپ اپنے اہل وعیال سے بہت خوش خلقی سے پیش آتے۔فرماتے تھے تم بھی ایسا کیا کرو! اس میں تمہارے رب کی رضا اور خوشنودی ہے۔(3)

مدینہ طیبہ میں ایک روز شور ہوا کہ ہاتھی آیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد آپ سے اجازت لے کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے۔آپ کے شاگردوں میں سے ایک وہیں بیٹھے رہے۔ امام صاحب نے انہیں فرمایا: یحیٰ بن یحیٰ! آپ ہاتھی دیکھنے نہیں گئے؟ لائق شاگرد نے کہا: میں اندلس سے تحصیل علم وعمل کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں، ہاتھی دیکھنے نہیں آیا۔ امام

صاحب اپنے ہونہار شاگرد کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: تم تو اندلس کے سب سے بڑے مردِ دانا ہو۔ استاد کی بات شاگرد کے حق میں اکسیر ثابت ہوئی وہ بڑے ہو کر واقعی علم وفضل میں اہلِ اندلس کے نامور لوگوں میں شمار ہوئے۔ (4)

امام صاحب کی رہائش، آپ کا مکان وادیٔ عقیق میں تھا بہت خوبصورت مکان تھا اور اس کی پیشانی پر ماشاء اللہ لکھا ہوا تھا۔ آپ سے کسی شخص نے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: قرآن حکیم میں دو آدمیوں کا ایک واقعہ مذکور ہے ایک نافرمان اور متکبر تھا قرآنِ پاک نے اس کی مذمت کی، دوسرے آدمی کی جو فرماں بردار اور تسلیم ورضا کا خوگر تھا اس کی تحسین یوں فرمائی کہ وہ پہلے شخص کو کہہ رہا ہے: ولو لا اذ دخلت جنتك قلت ماشاء الله...... جب تو اپنے گھر میں داخل ہوا تو ماشاء اللہ کیوں نہ کہا۔ اور میرا گھر...... میرا باغ ہے میں ماشاء اللہ پڑھ کر اس میں داخل ہوتا ہوں...... یہ اس لیے لکھوایا ہے۔ (5)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب لوگ علم حاصل کرنے کے لئے آتے تو ایک خادمہ ان لوگوں سے پہلے دریافت کرتی کہ حدیثِ مبارکہ کے لئے آئے ہیں یا فقہی مسائل معلوم کرنے کے لئے؟ اگر حدیث کی سماعت کے لئے ان کا آنا ہوتا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ غسل کر کے خوشبو لگاتے اور نیا لباس زیب تن کر کے باہر تشریف لاتے۔ آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ حدیث بیان فرماتے۔ اثنائے روایت، مجلس میں عود (خوشبو) کی دھونی دی جاتی کسی طالب علم نے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس

طرح سیدنا رسول اکرم واطہر ﷺ کی حدیث کی تعظیم کروں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ہم سے احادیثِ نبوی بیان فرمارہے تھے قرأتِ حدیث کے دوران آپ کا رنگ زرد ہو رہا تھا مگر آپ نے حدیثِ مبارک کو قطع نہ کیا۔ جب آپ روایتِ حدیث سے فارغ ہوئے تو مجھے فرمایا: کہ ذرا میری کمر دیکھو؟ میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک بچھو نے سولہ جگہ ڈسا تھا۔ میں نے پوچھا: کہ آپ نے بتا کیوں نہ دیا؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کی عظمت کی وجہ سے صبر کیا۔

---

(1) سیرت ائمہ اربعہ، صفحہ: 125

(2) ایضاً132

(3) تفسیر المدارک

(4) ابن خلکان جلد2 صفحہ: 357

(5) سیرت ائمہ اربعہ، صفحہ: 123

(6) مواہب الشفاء

عشقِ رسالت مآب میں ڈوبا ہوا ایک واقعہ

احمد نامی ایک بچہ اسکول میں پڑھتا تھا۔ اس کے اسلامیات کے ٹیچر نے اسے خواجہ الطاف حسین حالی کی مشہور نظم یاد کروائی.........

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

احمد جب بھی پڑھتا یوں پڑھتا.........

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے
مرادیں غریبوں کی بر لانے والے

استاد نے کئی مرتبہ کہا: شاعر نے یہ والا لکھا ہے تم بھی ایسے ہی پڑھا کرو مگر وہ اُسی طرح پڑھتا استاد نے سوچا شاید وہ اس غلطی کو آہستہ آہستہ ٹھیک کر لے گا۔

سکول کی سالانہ تقریب منعقد ہوئی، احمد نے جب وہ نعت وہاں سنائی تو پھر وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے پڑھا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب آئے ہوئے تھے انہوں نے اپنے صدارتی خطبے میں جہاں دیگر کچھ باتیں کہیں، ساتھ ہی یہ بھی کہا: ''آج کل استاد بچوں کا خیال نہیں کرتے، یہ دیکھیے اسلامیات کے ٹیچر نے بچے کو نعت سکھائی اور بچے نے والا کی بجائے والے کہا.......... حالانکہ صحیح شعر میں لفظ والا ہے۔ استاد کو پتا ہی نہیں شاعر نے کیا لکھا ہے اور لڑکا کیا پڑھ رہا ہے۔''

اس طرح بھرے مجمع میں استاد کی سبکی ہوئی تو وہ اپنی صفائی پیش کرنے پر مجبور ہوئے، انہوں نے کہا: میں نے غلطی کی نشاندہی کئی بار کی تھی مگر اس بچے نے میری بات نہیں مانی اور مجھے سب کے سامنے رسوا کر دیا۔

یہ سال کی آخری تقریب تھی۔ طلبہ اگلے سال کی کلاسوں میں چلے گئے۔ احمد کی کلاس کے ابتدائی دن تھے، ایک دن ان کے ریاضی کے ٹیچر نہیں آئے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے دیکھا کہ اسٹاف روم میں اسلامیات کے استاد موجود ہیں، ان کا پیریڈ خالی تھا۔ انہوں نے کہا: آپ اس کلاس میں چلے جائیں، آج ان کے ٹیچر نہیں آئے آج تو داخلے کا پہلا دن ہے۔ ان کے پاس کتابیں بھی نہیں ہیں آپ ان سے پیار محبت کی باتیں کرتے رہیں تو یہ شور نہیں کریں گے۔ چنانچہ اسلامیات کے ٹیچر آ گئے، کہنے لگے: بھئی میں کچھ باتیں آپ کو سناؤں گا، پھر آپ سے چھوٹے چھوٹے سوال پوچھوں گا۔ آپ جواب دیجئے گا، ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا، لڑکے تیار ہو گئے۔

پہلے استاد نے کچھ باتیں سنائیں پھر ان بچوں سے چھوٹے چھوٹے سوالات کرنا شروع کر دیے۔ کسی سے کچھ پوچھا کسی سے کچھ۔ جب احمد کی باری آئی تو استاد صاحب نے کہا: ہمارے پیغمبر ﷺ کا نام کیا ہے؟ احمد تم بتاؤ! احمد اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ استاد نے پھر پوچھا: بتاؤ ہمارے پیغمبر ﷺ کا نام کیا تھا؟ یہ پھر بھی چپ رہا استاد نے دل میں سوچا: اس نے پہلے بھی میری بے عزتی کروائی تھی، اب پھر پوری کلاس کے سامنے پوچھ رہا ہوں، یہ جواب نہیں دیتا۔ لگتا ہے یہ لڑکا بہت ضدی قسم کا ہے۔ استاد نے ڈنڈا ہاتھ میں لہرایا اور قریب آ کر کہا: تمہیں ہمارے نبی ﷺ کا نام آتا ہے؟

احمد نے سر ہلا کر کہا: جی ہاں! بتاتے کیوں نہیں؟ احمد چپ ہو گیا۔

استاد نے پھر کہا: میں تمہاری پٹائی کروں گا تم نام کیوں نہیں بتاتے؟ احمد اب بھی خاموش رہا ساری کلاس کے بچے حیران تھے کہ یہ تو اتنا لائق ہے بتا کیوں نہیں دیتا۔ استاد کو غصہ آ گیا۔ بار بار پوچھنے پر بھی اس نے نہ بتایا، آخر استاد نے اسے دو چار ڈنڈے لگائے،

تھپڑ مارے۔ احمد کو اپنی لیاقت کی وجہ سے کبھی سکول میں مار نہیں پڑی تھی یہ اس کی پہلی مرتبہ کلاس میں پٹائی ہوئی تو وہ رونے لگا.......... آنسو بہنے لگے.......... اتنے میں تفریح کی گھنٹی بجی.......... استاد کہنے لگے: اچھا میں اگلے پیریڈ میں آرہا ہوں اور میں دیکھتا ہوں تم کیسے نام نہیں بتاتے، میں تمہاری ضد کو توڑ کر دکھاؤں گا۔

استاد غصے میں یہ کہہ کر چلے گئے۔ بچے بھی اٹھ گئے لیکن کچھ بچے ایسے تھے جو اس کے دوست تھے وہ اس کے قریب بیٹھ گئے۔ احمد بلک بلک کر رو رہا تھا آنسو پونچھ رہا تھا مگر کسی سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد احمد باہر نکلا اور منہ ہاتھ دھو کر آ گیا۔ تفریح کے بعد وہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، استاد دوبارہ آ گئے۔ اپنا ڈنڈا لہراتے ہوئے انہوں نے کہا: احمد کھڑے ہو جاؤ! احمد کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا: بتاؤ! ہمارے پیغمبر ﷺ کا نام کیا ہے؟ احمد نے کہا: ''حضرت محمد ﷺ'' استاد خوش ہو گئے، کہنے لگے: تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ احمد پھر خاموش رہا۔ اب استاد سمجھ گئے کہ اس کے پیچھے کوئی راز ہے۔ استاد قریب آئے.......... احمد کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا پھر بولے: تم میرے اچھے شاگرد ہو، میرے بیٹے کی مانند ہو، میں نے تم سے کہا تھا: وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا پڑھنا، تم نے وہاں بھی والے پڑھا تھا اور اب بھی پہلے بار بار پوچھنے پر بھی تم نے نام نہیں بتایا تھا اور اب بتا دیا، آخر وجہ کیا ہے؟

جب احمد کو پیار ملا تو اس نے پھر بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔ استاد نے تسلی دی: بیٹے روؤ نہیں، بتاؤ! وجہ کیا ہے؟ احمد آنسو خشک کرتے ہوئے کہنے لگا: اصل بات یہ ہے کہ میرے ابو دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، انہیں نبی ﷺ سے بہت محبت تھی وہ مجھے نصیحت کیا کرتے تھے: بیٹا! تم کبھی بھی حضور ﷺ کا نام بے ادبی سے نہیں لینا، اس لیے والا کی بجائے میں نے والے کہا، یعنی..........

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے
مرادیں غریبوں کی بر لانے والے

یہ سن کر ندامت کے مارے استاد صاحب کا پسینہ بہنے لگا، پھر انہوں نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا: اور تم نے حضور ﷺ کا نام کیوں نہیں بتایا؟ میرے ابو مجھے کہا کرتے تھے: بیٹا نبی ﷺ کا نام کبھی بھی بے وضو نہیں لینا۔ میرا اس وقت وضو نہیں تھا۔ آپ کی مار میں نے کھالی آپ میری ہڈیاں بھی توڑ دیتے تو میں برداشت کر لیتا، میں مار تو کھالیتا، لیکن اپنے آقا ﷺ کا نام بے وضو نہ لیتا۔ اب میں تفریح کے دوران وضو کر کے آیا ہوں، آپ نے پوچھا، میں نے اپنے محبوب ﷺ کا نام بتا دیا۔ یہ سن کر استاد صاحب کی آنکھیں بھر آئیں۔ پوری کلاس پر بھی سکتہ طاری تھا۔

بچوں کا اسلام۔ خواتین کے لئے تربیتی بیانات ص: 198

رکوع سے سر اٹھا کر یہ دعا پڑھنا باعث اجر ہے

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ تو آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نے کہا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ جب فارغ ہوئے تو فرمایا ابھی کس نے یہ کلمات کہے ہیں؟ وہ بولا میں نے، فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو دیکھا جلدی کر رہے ہیں کہ پہلے کون لکھے۔

یعنی ہر فرشتہ چاہتا تھا کہ.........سب سے پہلے میں یہ لکھ کر بارگاہ
الٰہی میں پیش کرو.........تاکہ قربِ الٰہی مجھے زیادہ ملے.........

یہ فرمان ان کلمات کی عظمت و کرامت کے اظہار کے لئے تھا ورنہ فرشتوں کو سب کچھ لکھنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتوں کو بعض نیکیاں لے جانے میں خصوصی انعام ملتے ہیں۔ اور فرائض میں یہ کلمات کہنا اگرچہ جائز ہیں لیکن فرائض کی جماعت میں امام کو چونکہ تخفیف و اعتدال کا حکم بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں دیا گیا ہے لہٰذا جماعت میں یہ کلمات اس حدیث کے باعث نہ پڑھے جائیں اور نوافل و سنن میں ان کا اہتمام بلاشبہ بڑے اجر و ثواب سے خالی نہیں۔

صحیح بخاری کتاب الاذان، باب فضل اللھم ربنا لك الحمد 799 مشکوۃ 877

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی ایک دلچسپ حکایت

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بار مدینہ طیبہ میں حاضری کے دوران جب امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا۔ کہ یہ امام ابو حنیفہ ہیں! امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ وہ تمہی ہو جو قیاس سے میرے جَدّ کریم کی احادیث رد کرتے ہو۔ امام اعظم نے فرمایا: معاذ اللہ۔ حدیث کو کون رد کر سکتا ہے۔ آپ اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اس کے بعد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ ارشاد فرمایا: عورت۔ عرض کیا وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا۔ عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دوگنا حصہ دینے کا حکم کرتا، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔

پھر عرض کیا نماز افضل ہے یا روزہ؟ ارشاد فرمایا: نماز۔ عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ عورت پر نماز کی قضا بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ عورت نماز کی قضاء ضرور کرے! اس پر امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے کہ اٹھ کر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی چوم لی۔

نزهة القاری 177/1

(2) مناقب ذهبی، تبییض الصحیفة للسیوطی صفحه: 117

فرمانِ رسول ﷺ کی منشاء کا سمجھنا

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت سے وقتِ رخصت یوں ارشاد فرمایا: لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُ الْعَصْرَ اِلَّا فِی بَنِی قُرَیْظَۃ ''بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا'' اس حدیث میں ہے کہ صحابہ کے ایک گروہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کیا اور عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی اور مؤخر کر کے بنو قریظہ میں پڑھی۔ اور دوسرے گروہ نے اجتہاد کیا اور کہا اس فرمان سے رسول اللہ ﷺ کا منشاء بنو قریظہ میں جلد پہنچنا تھا حتیٰ کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی جائے۔ آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے۔ اب اگر ہمیں دیر ہو گئی ہے اور بنو قریظہ کی بجائے راستہ میں عصر کا وقت آ گیا ہے تو ہم عصر کو مؤخر نہیں کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے۔ اور نبی کریم ﷺ نے دونوں گروہوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ جنہوں نے حدیث کے ظاہر مفہوم پر عمل کیا انہوں نے بھی درست کیا اور جنہوں نے اجتہاد کر کے منشاء رسالت پر عمل کیا انہوں نے بھی صحیح کیا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں صحابہ کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ان کے نزدیک دلائل متعارض ہو گئے تھے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان تھا ''کوئی نماز عصر نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں'' دوسری طرف نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ بعض صحابہ نے اس کو جلد پہنچنے پر محمول کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے الفاظ کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں نے اجتہاد کیا تھا۔

عمدۃ القاری شرح بخاری 265/6

تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو تو؟ تو انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ کی سنت میں بھی تصریح نہ ہو تو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد اور قیاس کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا (تھپکی دی) اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يُرْضِی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جس سے خود رسول اللہ راضی ہوئے۔

ابو داؤد 3592 ترمذی 1327
دارمی 168 احمد 21502-21556/6
مشکوٰۃ 3737
علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے۔

ایک صحابی اور جن کا عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جبکہ قادسیہ میں اسلامی فوج ٹھہری ہوئی تھی۔ آپ نے مشہور صحابی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ حضرت نفلہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ملکِ عراق کے حلوان شہر میں تین سو سواروں کے ہمراہ حملہ کے لیے بھیج دیں۔ ایسا ہی ہوا۔ سیدنا نفلہ انصاری حسبِ حکم وہاں پہنچے اور بڑی جوانمردی سے دشمن پر حملہ کیا، اللہ کریم نے فتح عطا فرما دی، بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ یہ لشکر وہاں سے واپس آنے لگا تو عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ حضرت نفلہ انصاری سب قیدیوں اور مالِ غنیمت کو ایک پہاڑ کے دامن میں چھوڑ کر اذان کہنے لگے۔

جب انہوں نے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کہا تو اس پہاڑ کے اندر سے آواز آئی: اے نفلہ! تو نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی بیان کی۔ پھر جب کہا: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ تو جواب آیا: نفلہ! یہ وہ کلمہ ہے جو جہنم سے نجات دلاتا ہے۔ پھر جب کہا: اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ تو آواز آئی، نفلہ! یہ اسم مبارک ان کا ہے جن کی بشارت ہمیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اِنہی کے وقت میں قیامت قائم ہوگی۔ جب: حی علیٰ الصلوٰۃ، کہا تو آواز آئی، خوشخبری ہو اس کے لیے جو کوشش کرے نماز کے لیے اور حی علیٰ الفلاح پر یہ آواز آئی: بے شک فلاح پا گیا وہ شخص جس نے اللہ کے پکارنے والے کی یہ صدا سن کر اس پر عمل کیا یعنی نماز قائم کی۔ پھر جب اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لا الہ الا اللّٰہ کہا تو پہاڑ کے اندر سے یہ آواز آئی: نفلہ! یہ کلمۂ اخلاص ہے، انسان کو جہنم سے دور کرنے والا، اور اللہ سے ملانے والا۔ یہ آواز ایک جن کی تھی جو بعد میں پہاڑ سے ظاہر ہوا، اس نے بتایا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفقاء میں سے ہوں۔

حیاۃ الحیوان مصری، جلد اول، صفحہ: 50

کسی دعا پر آمین کہنے کی حقیقت

حضور نبی کریم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے گھر والوں کو جمع کیا اور دعا فرمانے لگے آپ ﷺ کی دعا پر سب گھر والے آمین کہتے اور گھر کی سب دیواریں بھی آمین کہتیں۔(1)

آمین ذکر ہے یا دعا؟ امام بخاری نے عطا کا قول نقل کیا ہے کہ آمین دعا ہے۔ اور آمین کا دعا ہونا قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ سورہ یونس میں موسیٰ علیہ السلام کی جو دعائیں منقول ہیں۔ ان دعاؤں کے اختتام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا

ترجمہ: تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ (سورۃ یونس آیت:۸۹)

دعا مانگنے والے تو صرف سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کی دعائیں مذکور ہیں ساتھ کسی اور کی دعا کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ یوں کہا جاتا قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکَ لیکن یوں نہیں فرمایا گیا بلکہ دَعْوَتُکُمَا فرمایا ہے اس کی توجیہ یہی ہو سکتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے رہے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے قرآن کریم میں آمین کو بھی دعا قرار دے کر دَعْوَتُکُمَا کا لفظ فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آمین کہنا بھی دعا ہے اور آمین کہنے والا بھی دعا میں برابر کا شریک ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دعا وہ ہے جو عاجزی اور پست آوازی سے مانگی جائے ارشاد خداوندی ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

''اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑاتے ہوئے اور آہستہ، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔'' (سورۃ الاعراف آیت:۵۵)

رحمت کائنات ﷺ ہر موقع اور تقریباً ہر خطبہ میں یہ دعا مانگتے تھے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

''ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں دنیا کی خوبی عطا فرما اور ہمیں آخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آتشِ جہنم کے عذاب سے بچالے۔''

(1) الوفا باً حوال المصطفٰی۔ بخاری شریف، کتاب الدعوات، رقم: 6035

میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا

اللہ جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو کیسے عمدہ، نرالے اور خوبیوں والے اوصاف سے نواز تھا۔ عام آدمی جب سو جاتا ہے تو اس کا دل غافل ہو جاتا ہے لیکن اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں.......... آپ ﷺ (تہجد کی آٹھ رکعات ادا کرنے کے بعد) تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟.......... فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ (1)

وتر کی تین رکعتوں میں کونسی سورتیں پڑھی جائیں!

یوں تو رکعاتِ وتر میں کوئی سی سورتیں پڑھنا جائز ہے لیکن جہاں تک بات سنت اور معمولِ ذاتِ نبوت کی ہے تو یہ حدیث پاک اس بارے میں مشعلِ راہ ہے.......... آیئے! یہ حدیث پڑھتے ہیں.......... عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں کیا پڑھتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے، دوسری میں قل یاایها الکافرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (2)

پہلی سورت ذرا بڑی ہے ذرا کوشش سے وہ بھی یاد کیجئے! اور آئندہ سے آپ بھی یہی معمول بنا لیجئے!.......... اے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے دے.......... آمین

---

(1) بخاری حدیث: 1147 مسلم: 738 اس حدیث کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

(2) ترمذی حدیث 463 ابوداؤد 1424 ابن ماجہ 1173 مکشوۃ 1269 مستدرک حاکم 305/1

حضور ﷺ سے والہانہ محبت کا ایک انداز

محبت ایک انسانی جذبہ ہے کوئی مال وزر سے محبت کرتا ہے کسی کا دل سونے چاندی پر ریجھتا ہے کوئی کسی انسان کو چاہتا ہے کوئی کسی جانور سے محبت کرتا ہے، بیوی بچوں سے بھی انسان کو خاصا لگاؤ ہوتا ہے اور والدین سے بھی سلیم الفطرت اولاد کو بہت عقیدت ومحبت ہوتی ہے اور کسی متقی عالم، خدا رسیدہ بزرگ، متبع سنت پیرومرشد سے عقیدت اور سچی دلی محبت ہونا بھی قابلِ تحسین امر ہے اور ان سب محبتوں سے وراء الوراء، اور ان عقیدتوں سے بالاتر، حبیب خدا حضرت محمد ﷺ کی محبت ہے کو جو ہر مسلماں کے لیے ایمان کی شرطِ اولیں ہے اور خود جانِ دو عالم، محبوبِ مکرم، رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے.........

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

”ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے والدین اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا“ (1)

سطورِ بالا میں حدیث تو آپ نے پڑھ لی ہے اب ذرا اس پر ایک شہادت بھی نوٹ فرمالیں......... کفار کی جانب سے ایک سفیر آپ ﷺ کے پاس آتا ہے آپ سے بات چیت کے دوران اس نے آپ ﷺ کے جاںثاروں کا جو منظر دیکھا وہ اپنے الفاظ میں جا کے بیان کیا......... جو کہ آج بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے.........آپ بھی ملاحظہ فرمائیے!

”اے قوم! واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے

(حضرت) محمد ﷺ کے صحابہ آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رطوبت کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔

حضور ﷺ جب کوئی حکم دیتے ہیں تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں اور جب آپ ﷺ وضو کرتے تو آپ کے وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے صحابہ اس طرح جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو مار ڈالیں گے۔ اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو سب لوگ چپ ہو جاتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کے بھی نہیں دیکھتے"۔

---

(1) بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان

(2) بخاری حدیث 2731 کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة.......... مع اهل الحرب وكتابة الشروط

اللہ والوں میں امتیازی شان والے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ حضرت بایزید بچپن میں یتیم ہو گئے تھے ماں نے ان کو مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ قاری صاحب سے کہا کہ بچے کو اپنے پاس رکھنا، زیادہ گھر آنے کی عادت نہ پڑے۔ تاکہ یہ علم سے محروم نہ ہو جائے۔ چنانچہ کئی دن قاری صاحب کے پاس رہنے کے بعد ایک دن اداس ہو گئے دل چاہا کہ امی سے مل آؤں۔ معلم صاحب سے اجازت مانگی تو انہوں نے شرط لگا دی کہ تم اتنا سبق یاد کر کے سنا دو گے تب اجازت ملے گی۔ سبق بھی زیادہ دے دیا مگر یہ ذہین تھے جلدی سے وہ سارا سبق یاد کر کے سنا دیا اور گھر جانے کی اجازت مل ہی گئی۔

گھر کے دروازے پر پہنچے، دستک دی، ماں وضو کر رہی تھیں وہ پہچان گئیں۔ اور دروازے کے قریب آ کر پوچھا: مَنْ دَقَّ الْبَابَ دروازے پر دستک کس نے دی؟ جواب دیا بایزید ہوں، تو ماں نے کہا: ایک میرا بیٹا بایزید تھا میں نے تو اسے اللہ کے دین کے لئے وقف کر دیا، تو کون بایزید ہے؟ ماں کے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ............

والدہ یہ چاہتی ہیں میرا دروازہ نہ کھٹکھٹائے اب مدرسہ میں رہ کر بایزید اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ چنانچہ واپس آ گئے، مدرسہ میں رہے اور اس وقت نکلے جب عالم باعمل بن چکے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں علم میں بلند درجہ عطا فرما دیا۔

سکونِ دل، صفحہ:165

رزق میں برکت کا مسنون عمل اور ایک واقعہ

رسول کائنات، امام الانبیاء حضرت محمد رسول ﷺ کے پاس آپ کے صحابہ اپنے دینی اور دنیوی کاموں میں اصلاح طلب کرنے آتے، آپ ﷺ انہیں کوئی مبارک عمل تعلیم فرما دیتے، اس کے کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے لیے آسانی کی راہیں کھول دیتا۔ ایسے ہی ایک صحابی اپنی کیفیت آقا کے دربار میں بیان فرما رہے ہیں.......... اور پیارے آقا ﷺ اسے ایک پاکیزہ عمل بتا رہے ہیں.......... آپ بھی توجہ فرمائیے! دھیان سے پڑھیے! شاید کہ آپ کا بھی کام بن جائے..........

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ دنیا نے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم فرشتوں کی نماز اور مخلوق کے تسبیح سے کیوں غافل ہو اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے رزق ملتا ہے پھر آپ نے اس کو یہ تسبیح بتائی..........

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ

اس کو طلوع فجر کے بعد ایک سو مرتبہ پڑھو دنیا تمہارے پاس ذلیل ہو کر آئے گی پھر وہ آدمی چلا گیا۔ کچھ دن گذر گئے پھر حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اب تو میرے پاس اتنی دولت آگئی ہے کہ اسے رکھنے کی جگہ ہی میرے پاس نہیں.......... سبحان اللہ! اس مبارک عمل کے پاکیزہ اثرات آپ نے دیکھ لیے.......... فراخیٔ رزق کے لیے آپ بھی یہ پڑھ سکتے ہیں۔

خصائص کبریٰ۔ سیوطی 299/2، باب دعاء دفع الفقر

پھر میرے لیے رزق کا دروازہ کھول دیا گیا

رزق کی کشادگی اور فراخی کے لیے گزشتہ صفحہ پر ایک مبارک عمل آپ نے پڑھا، لیجئے!.......... اسی نوع کا ایک اور مسنون عمل آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے لیکن ایک بات ضرور یاد رکھیے کہ اگر آپ نماز روزہ، حلال وحرام کی پروانہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ مجھے زمین وآسمان کی ساری برکتیں مل جائیں اور میرے گھر میں چین، سکون، امن اور عافیت کا بسیرا ہو جائے تو یہ بات ناممکن ہے۔ لہٰذا سارے احکام دین کی بجا آوری کے لیے پورے طور پر کوشاں رہیے اور ساتھ ہی ساتھ ان برکات کے حصول کے لیے یہ مسنون اعمال بھی کرتے رہیے.......... پھر دیکھیے .... نتیجہ کیسا اچھا آتا ہے۔..........

عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ قال: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَشَكَا اِلَيْهِ الْفَقْرَ وَضِيقَ الْعَيْشِ فَقَالَ لَهٗ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِذَا دَخَلْتَ مَنْزِلَكَ فَسَلِّمْ اِنْ كَانَ فِيْهِ اَحَدٌ اَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ اَحَدٌ ثُمَّ سَلِّمْ عَلَيَّ وَاقْرَءْ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) مَرَّةً وَاحِدَةً ۔فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَاَدَارَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الرِّزْقَ حَتّٰى اَفَاضَ عَلٰى جِيْرَانِهٖ وَقَرَابَاتِهٖ۔

”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر اپنے فقر و فاقہ اور تنگ دستی کی شکایت کی تو اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ اعمال کیا کرو“..........

1..... گھر میں داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہو۔ (چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو)

2..... پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔ (کوئی سا درود شریف پڑھ لیا جائے)

3..... پھر ایک مرتبہ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) پڑھ لیا کرو۔

”اُس شخص نے ایسا ہی کیا تو اُس پر اللہ تعالیٰ نے گویا رزق کا دروازہ ہی کھول دیا یہاں تک کہ اُس کے ہمسائے اور رشتہ دار بھی اللہ کے فضل سے نہال ہو گئے۔

القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع ص: 190 الباب الثانی

آیۃ الکرسی پڑھنے سے کھانے میں عجیب برکت

کیا آپ اپنے رزق میں برکت چاہتے ہیں تو آیئے! آج سے ہی یہ نیت کر لیجئے کہ اے اللہ! جو مال تو نے ہمیں دیا ہے اور آئندہ دے گا ہم اس میں سے تیرا اور تیرے مسکین بندوں کا حق (زکوٰۃ وخیرات وغیرہ) ضرور ادا کیا کریں گے اور تیری حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کی مکمل کوشش کریں گے............ اگر آپ نے اللہ سے یہ عہد باندھ لیا ہے تو ....یقین کر لیجئے کہ آپ کی رزق میں برکت عطا کر دی گئی۔

رزق میں جب برکت نہ رہے تو کیا کیا جائے............ ملاحظہ فرمایئے!

عن عائشة رضی اللہ عنہا اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَشَکَا اِلَیْہِ اَنَّ مَافِی بَیْتِہٖ مَمْحُوْقٌ مِنَ الْبَرَکَۃِ فَقَالَ اَین اَنْتَ مِنْ آیَۃِ الْکُرْسِیّ ماتلیت علٰی طعامٍ ولا اِدامٍ اِلَّا انمی اللّٰہُ بَرَکَۃَ ذٰلِکَ الطَّعامِ والاِدَامِ۔

"ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ! گھر میں جو کچھ ہے اس میں برکت ختم ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آیت الکرسی کی تلاوت سے کیوں غافل ہو............ یہ جس بھی کھانے یا سالن پر پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ............ اس کھانے اور سالن میں ضرور برکت پیدا کر دیتا ہے۔"

تفسیر درمنثور: از علامہ سیوطی/ فی تفسیر آیت الکرسی، جلد2، ص6

آپ ﷺ نے فرمایا: اس جھوٹے نے سچ کہا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے صدقہ فطر کے مال کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو رات کو ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلوں گا وہ بولا محتاج ہوں عیال دار ہوں اور مجھے سخت حاجت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا میں نے اُس پر رحم کیا تو اُس کو رہا کر دیا فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا وہ پھر آئیگا مجھے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا وہ پھر آئیگا میں اُس کی تاک میں رہا وہ پھر آیا اور اناج میں سے لے جانے لگا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے بارہ گاہ میں ضرور لے جاؤں گا وہ بولا مجھے چھوڑ دیجیے میں محتاج ہوں عیال دار ہوں اور مجھے سخت حاجت ہے پھر نہیں آؤنگا فرماتے ہیں مجھے رحم آ گیا میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اُس پر رحم آ گیا تو میں نے اُسے رہا کر دیا فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا وہ پھر آئیگا پس میں تیسری رات اُس کا منتظر رہا۔ وہ آکر اناج لینے لگا۔ پس میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ آج میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ضرور لے جاؤں گا کیونکہ آج آخری اور تیسری رات ہے تو ہر دفعہ کہہ جاتا ہے کہ اب نہیں آؤنگا مگر پھر آجاتا ہے وہ بولا مجھے چھوڑ دیجیے۔

میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کی برکت سے اللہ آپ کو نفع دیگا میں نے کہا وہ کیا ہیں؟ کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو ساری رات تم اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے نزدیک نہیں آسکے گا پس میں نے اُسے چھوڑ دیا صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس نے مجھے ایسے کلمات سکھانے کا دعوی کیا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا تو میں نے اُسے چھوڑ دیا فرمایا: وہ کیا ہیں؟

میں نے عرض کیا: اُس نے کہا: کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اول سے آخر تک پڑھ لیا کرو تو ساری رات تم اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے نزدیک نہیں آسکے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ کہہ گیا۔

ابو ہریرہ! جانتے ہو کہ تم نے تین دن سے کس سے گفتگو کی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔

فرمایا: وہ شیطان تھا۔

بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا حدیث: ۲۳۱۱

مشکاۃ کتاب فضائل القرآن

حضور ﷺ کی ایک صحابی پر انتہائی شفقت

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میری نظر کمزور ہے اور وہ نالہ جو میری قوم کے اور مسجد کے درمیان ہے، بارشیں آتی ہیں تو بہنے لگتا ہے اور میرے لئے (مسجد) پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں اور میرے غریب خانہ میں نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز کی جگہ بنالوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایسا کرونگا۔ اگلے روز رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دن چڑھے تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو میں نے آپ کو اجازت دے دی۔

آپ بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر میں کہاں چاہتے ہوں کہ میں نماز پڑھوں؟ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جو مجھے پسند تھی کہ آپ اس میں نماز پڑھیں پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنالی تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا۔ آپ کے ساتھ ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

صحیح بخاری ابواب صفۃ الصلاۃ، باب من لم یرد السلام......1186 مسلم 657-33

اللہ دیکھ رہا ہے

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنے نفس پر بہت زیادتی کی ہے مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے کہ میں گناہوں سے باز آجاؤں آپ نے فرمایا: اگر تو پانچ چیزوں کو قبول کر لے اور اُن پر قادر ہو جائے تو تجھے کوئی گناہ نقصان نہیں دے گا اور کوئی لذت ہلاک نہیں کرے گی۔

1...... اُس نے کہا بتائیے فرمایا: پہلی بات یہ ہے ﴿اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا تَاْكُلْ رِزْقَهٗ﴾ کہ جب تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کرے تو اُس کا رزق نہ کھا اُس نے کہا تو میں کہاں سے کھاؤں، زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا رزق ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اُس کا رزق بھی کھاؤ اور نافرمانی بھی کرو۔ اُس نے کہا نہیں۔

2...... دوسری بات بتایئے۔ فرمایا: دوسری بات یہ ہے ﴿اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْصِيَهٗ فَلَا تَسْكُنْ شَيْئًا مِّنْ بِلَادِهٖ﴾ جب تو اللہ کی نافرمانی کرنا چاہے تو اُس کے ملک میں نہ رہ اُس نے کہا یہ بات تو پہلی سے بھی بڑی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اُس کا رزق بھی کھاؤ اور اُس کے ملک میں بھی رہو اور نافرمانی بھی کرو۔ اُس نے کہا نہیں۔

3...... اچھا تیسری بات بتایئے فرمایا: تیسری بات یہ ہے ﴿اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْصِيَهٗ وَاَنْتَ تَحْتَ رِزْقِهٖ وَفِيْ بِلَادِهٖ فَانْظُرْ مَوْضِعًا لَّا يَرَاكَ فِيْهِ مُبَارِزًا لَهٗ فَاعْصِهٖ فِيْهِ﴾ جب تو اللہ کی نافرمانی کرنا چاہے حالانکہ تو اُس کا رزق بھی کھاتا ہے اُس کے شہر میں بھی رہتا تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں وہ تجھے دیکھتا نہ ہو نوجوان نے کہا یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ وہ پوشیدہ چیزوں کا بھی جاننے اور دیکھنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اُس کا رزق بھی

کھاؤ اُس کے ملک میں بھی رہو اور تم اُس کے سامنے ہی نافرمانی بھی کرو اُس نے کہا نہیں۔

4......اچھا چوتھی بات بتایئے فرمایا: چوتھی بات یہ ہے ﴿اِذَا جَاءَكَ مَلَكُ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ رُوْحَكَ فَقُلْ لَهٗ اَخِّرْنِیْ حَتّٰی اَتُوْبَ تَوْبَةً نَّصُوْحاً وَّاَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحاً﴾ جب ملک الموت تیری روح قبض کرنے کے لئے آئے تو اُس سے کہنا مجھے تھوڑی مہلت دے تاکہ میں توبۃ النصوح کرلوں اور نیک اعمال کرلوں نوجوان نے کہا وہ میری بات نہیں مانے گا۔ فرمایا: اے نوجوان جب تو اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ توبہ کرنے کے لئے موت کو اپنے سے دور کر سکتے اور تجھے یقین ہے کہ جب موت کا وقت آجائے گا تو تاخیر ناممکن ہے تو پھر بتا تیرے لیے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ اُس نے کہا: کوئی نہیں۔

5...... پانچویں بات بتایئے فرمایا: پانچویں بات یہ ہے ﴿اِذَا جَاءَكَ الزَّبَانِيَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَاْخُذُوْكَ اِلَى النَّارِ فَلَا تَذْهَبْ مَعَهُمْ﴾ جب قیامت کے دن جہنم کے فرشتے زبانیہ تیرے پاس آئیں تاکہ تمہیں پکڑ کے آگ میں لے جائیں تو اُن کے ساتھ نہ جانا۔ نوجوان نے کہا وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ اور میری بات نہیں مانیں گے۔ فرمایا: تو پھر تو نجات کی اُمید کیسے رکھتا ہے؟ نوجوان نے کہا ﴿يَا اِبْرَاهِيْمَ حَسْبِیْ حَسْبِیْ اَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ﴾ اے ابراہیم مجھے یہ نصیحت کافی ہے، واللہ کافی ہے۔ میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اُس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ پھر وہ شخص سچے دل سے اور پورے یقین سے اللہ کی عبادت میں لگا رہا یہاں تک موت نے اُن کے درمیان جدائی ڈال دی۔

الدرة الفاخرة، التوابين لابن قدامة، توبة شاب مسرف ص169

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی ایک نظر میں

اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ استاد کے پاس سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے لائق ہو گئے تو امام صاحب نے ان کے استاد کو پانچ سو درھم بطور ہدیہ ارسال فرمائے تو وہ استاذ صاحب حیرت میں پڑ گئے اور کہنے لگے میں نے کون سا ایسا کام کیا ہے کہ مجھے اتنا زیادہ انعام دیا گیا؟ امام صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ خود ان استاد صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے اور.......... معذرت کے انداز میں ارشاد فرمایا کہ.......... جناب آپ نے میرے بچے کو جو سکھایا ہے اسے حقیر نہ سمجھئے، اللہ کی قسم! اس وقت ہمارے پاس اور زیادہ ہوتا تو ہم قرآن مجید کی تعظیم میں اسے بھی آپ کی خدمت میں بخوشی پیش کر دیتے۔(1)

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۲۰۴ھ) سے سنا..........

﴿مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَلْيَلْزَمْ اَبَا حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابَهٗ فان النَّاسَ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلَيْهِ فِي الْفِقْهِ﴾ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں میں نے ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے اس کے لیے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں۔(2)

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ (م۱۷۹ھ) نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا: ''سبحان اللہ میں نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا'' نیز فرمایا ''اگر وہ اس ستون کے بارے میں دعوی کریں کہ سونے کا ہے تو اسے دلیل سے ثابت کر دیں گے۔''(3)

امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱) نے فرمایا: سبحان اللہ وہ علم، ورع وزہد اور فکرِ آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جس پر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (4)

آپ اللہ کے ولی تھے اور مسلمانوں کے رہنما اور عامل بالحدیث تھے آپ نے خود فرمایا: ﴿اِذا صَحَّ حدیثٌ فَهُوَ مَذْهَبِیْ﴾ میں نے صحیح احادیث کو اپنا مذہب بنایا ہے۔ نیز فرمایا سب سے پہلے میں قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہوں جو چیز قرآن میں نہ ملے اس کو سنت سے اور اُن آثار سے لیتا ہوں جو سند صحیح کے ساتھ منقول ہوں پھر خلفاء اربعہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر پھر بھی مطلوبہ حکم نہ ملے تو پھر بقیہ صحابہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جب تابعین کی باری آتی ہے تو مجھے بھی اختیار ہے کہ میں بھی اجتہاد کروں جیسے انہوں نے اجتہاد کیا۔ (5)

نیز فرمایا ﴿مَا جَاءَ نَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِاَبِی وَاُمِّی فَعَلَی الرَّاْسِ وَالْعَیْنِ وَمَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ اِخْتَرْنَا وَمَا کَانَ مِنْ غَیْرِ ذٰلِكَ فَهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ﴾ (6)

جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ وہ بات سر آنکھوں پر۔ (یعنی لائق اطاعت ہوگی) اور جو باتیں صحابہ کرام سے منقول ہوں (تو اختلاف کی صورت میں) ہم ان میں سے کسی ایک کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ اور جو چیز تابعین سے منقول ہو تو وہ ہم جیسے آدمی ہیں (ہمارے زمانہ کے لوگ ہیں، کیونکہ امام صاحب خود تابعی ہیں کئی صحابہ کی زیارت کی ہے۔)

ڈاکٹر سباعی نے السنہ میں اور ابوزہرہ نے کتاب ''ابوحنیفہ'' میں اور ڈاکٹر مصطفی نے

''الائمہ الاربعہ'' میں بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے تدوین فقہ میں اپنے ذاتی علوم پر ہی اکتفاء نہیں کیا، بلکہ چالیس چوٹی کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم کی (جس کو آج کی اصطلاح میں قانون ساز اسمبلی کہہ لیجیے) جس میں ہر ہر مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوتی اور پھر آخر میں جو حکم دلائل سے ثابت ہو جاتا اس کو لکھا جاتا حتیٰ کہ ایک ایک مسئلہ پر تین تین دن تک بحث و تمحیص ہوتی رہتی، نیز اس قدر احتیاط تھی کہ اگر ایک رکن بھی موجود نہ ہوتا تو اس کا انتظار کیا جاتا اور اس سے مشورہ کر کے مسئلہ کو آخری شکل دی جاتی اس مجلس میں اس دور کے بڑے بڑے مفسرین، محدثین اور فقہاء شامل تھے۔

---

(1) عقود الجمان، ص: 233

(2) (تاریخ بغداد ج١٣ص ٣٤٦) تبییض الصحیفه للسیوطی ص (١١٢)

(3) (الخیرات الحسان)

(4) (مناقب ذهبی)

(5) (الشعرانی۔ المیزان ج١ ص ٦١)

(6) (مناقب ذهبی) تبییض الصیحفة للسیوطی ص (١١٧)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں......
کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مرض الموت طویل ہوا اور وقتِ آخر آنے کو ہوا تو مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے تمام علماء اور فقہاء، امام صاحب کے مکان میں جمع ہو گئے تاکہ امام وقت کی آخری ملاقات سے فیض یاب اور ان کی وصیتوں سے بہرہ مند ہوں......

یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کرنے والے مجھ سمیت ایک سو تیس علماء حاضر تھے۔ میں بار بار امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا اور سلام عرض کرتا تھا تاکہ اس آخری وقت میں امام کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور وہ نظر میری سعادت اخروی کا ذریعہ بن جائے۔ میں اسی کیفیت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم کو کبھی ہنسایا اور کبھی رُلایا اس کے حکم سے زندہ رہے اس کے حکم سے جان دیتے ہیں۔

اس کے بعد خود ہی فرمایا: موت آگئی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔
حاضرین نے عرض کیا اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے فرمایا: میں اس وقت اولیاء اللہ کی مجلس کی وجہ سے بہت خوش ہوں کیونکہ میں اہل علم کو اولیاء اللہ گردانتا ہوں اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شخص پسند نہیں ہے۔ نیز میں اس لیے بھی خوش ہوں کہ میری تمام زندگی علم کی تحصیل اور اس کی تعلیم میں گذری ہے اور میں اس سلسلہ میں اپنی تمام مساعی کو مستجاب اور مشکور گمان کرتا ہوں اس لیے کہ تمام فرائض اور سنن

اوران کے ثواب کی تفصیلات ہم کو زبانِ رسالت ﷺ سے معلوم ہوئی مثلاً حج کا اتنا ثواب ہے اور زکوٰۃ کا اتنا اوران تمام معلومات کو سوائے حدیث کے طالب علم کے کوئی نہیں جان سکتا اور یہی اصل میں نبوت کی میراث ہے۔

سوحج سے افضل عمل:۔

یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع کی ایک روایت بیان کی: کہ کسی شخص کو نماز کے مسائل بتلانا روئے زمین کی تمام دولت صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی الجھن دور کردینا سوحج کرنے سے افضل ہے۔

اور ابن شہاب زہری کی روایات سے بتایا کہ کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے راوی کہتے ہیں اس گفتگو کے بعد امام مالک نے کوئی بات نہیں کی اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی وسیع رحمتوں کا سایہ کرے۔ آمین

بستان المحدثین از شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ، ص: ۱۳۹

چند آدمیوں کا کھانا اور............تین سو صحابہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح فرمایا تو (میری والدہ ماجدہ) اُمّ سلیم نے مجھ سے فرمایا کہ کاش ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتے میں نے عرض کی ایسا ہی کیجئے پس انہوں نے کھجوریں، گھی اور پنیر ہانڈی میں ڈال کر حلوہ تیار کیا اور پھر میرے ہاتھوں آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا میں اُسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے سے فرمایا: اسے رکھ دو اور حکم دیا کہ فلاں فلاں آدمیوں کو بلا لاؤ اور اس کے علاوہ اور جتنے ملیں انہیں بھی۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے وہی کیا جو آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ جب میں لوٹ کر واپس آیا تو دیکھا کہ کاشانہ اقدس حاضرین سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا وہ کتنے آدمی تھے فرمایا تقریباً تین سو۔ پس میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ اقدس حلوہ پر رکھا اور جو اللہ نے چاہا وہ پڑھا پھر آپ نے اس کھانے کے لئے دس آدمیوں کو بلایا اور اُن سے فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے وہ فرماتے ہیں کہ جب (دس دس کر کے) سب کھا چکے۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے انس! اس برتن کو اُٹھا دو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں فیصلہ نہیں کر سکا کہ جس وقت میں نے برتن رکھا اُس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا جب میں نے وہ برتن اُٹھایا اُس وقت کھانا زیادہ تھا۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش

کھانے میں بے پناہ برکت کا ایک معجزہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں نقاہت محسوس کی ہے لگتا ہے آپ کو بھوک لگی ہے کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر انہوں نے جو کی کچھ روٹیاں نکال کر انکو اپنے دوپٹے میں لپیٹا اور اُن کو میرے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا، اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر ڈال دیا، پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان روٹیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے، میں اُن کے پاس کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا: کھانے کے لئے؟ میں نے کہا جی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا (کھانے کے لیے) چلو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور میں اُن کے آگے آگے چل پڑا، حتیٰ کہ میں نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کو یہ خبر دی، حضرت ابو طلحہ نے کہا: اے ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں کو لے کر آ گئے ہیں لیکن ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے کہ ان کو کھلا سکیں، انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ آئے حتیٰ کہ وہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ! وہ جا کر ان روٹیوں کو لے آئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا، سو ان کو توڑا گیا (یعنی ان کے ٹکڑے کیے گئے) حضرت ام سلیم کے پاس گھی کا ایک کُپہ تھا وہ انہوں نے ان

روٹیوں پر نچوڑ دیا وہ سالن کے قائم مقام ہو گیا، پھر اُس میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی مشیت سے کچھ پڑھا۔

پھر فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو، سو انہوں نے دس آدمیوں کو اجازت دی انہوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے اور پھر چلے گئے، پھر فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو، پھر انہوں نے کھایا اور سیر ہو کر چلے گئے، پھر فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو.......... (یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا) حتیٰ کہ پوری قوم کھا کر سیر ہو گئی اور ان کی کل تعداد 70 یا 80 تھی۔(1)

☆......اس سے ملتی جلتی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں ایک ہزار آدمیوں کا ذکر ہے۔(2)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ۔ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق.......... مشکوٰۃ کتاب الفضائل

(2) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ۔ مشکوٰۃ

ننانوے آدمیوں کا قاتل، معافی کی تلاش میں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گذار) کا پتا بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کی گنتی پوری کر دی۔

پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتا دیا گیا اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے! فلاں فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے وہ شخص روانہ ہوا جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا، پھر اُن کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انہوں نے اس کو اپنے درمیان حَکَمْ (فیصل) بنایا، اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہو گا، جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے پس جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے

اسے نزدیک ہونے کا حکم دیا اور جس بستی سے وہ آیا تھا اسے دور ہونے کا حکم دیا پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کی جائے وفات سے دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپ لو تو اس بستی سے ایک بالشت نزدیک نکلا چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی۔

☆......اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم کو بندے کا کوئی عمل اگر پسند آجائے تو اس کی لاکھ خطاؤں کے باوجود اس کی معافی کی کوئی راہ نکل آتی ہے۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کریم رب کی وسیع مغفرت کو دیکھ کر انسان بے دریغ خطائیں کرنے لگ جائے، اور گناہ کے کاموں کو نہ چھوڑے یہ خیال کرتے ہوئے.......... کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ اور صحیح انسانی روش یہ ہے کہ انسان حتیٰ الوسع غلطیوں سے بچے، حرام سے اجتناب کی پوری کوشش کرے اس کے باوجود اگر غلطی ہو جائے، خطا سرزد ہو جائے تو انتہائی ندامت کے ساتھ معافی کی درخواست کرے اور اللہ کریم سے اس کی وسیع رحمت کے سبب پُر امید رہے۔ بے شک وہ خطاؤں کا معاف کرنے والا ہے.......... اسے معاف کر دینا پسند بھی ہے.......... اور اس کی شان کریمی کے لائق بھی۔

صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء و صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ

نماز کی محبت نے مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا

ایک انگریز تاجر کی ووکنگ مسجد میں آمدورفت تھی وہ جب بھی مسجد میں آتا بڑے شوق سے وضو کرتا، نہایت ہی انکساری سے نماز پڑھتا، بہت دیر تک سجدہ میں گرا رہتا اور ایسی محویت کے ساتھ دعا کرتا کہ پاس بیٹھے ہوئے لوگ بھی اس کے سوز وگداز کو محسوس کرتے۔

ایک دن مسجد کے امام صاحب نے پوچھا: آپ کے قبولِ اسلام کا سبب کیا ہے؟

انگریز نے جواب دیا ''نماز کا جادو'' (یعنی نماز کی کشش)

امام صاحب نے پوچھا: مگر نماز تو آپ نے قبولِ اسلام کے بعد پڑھی ہوگی؟

اس نے جواب دیا: نہیں نہیں! میری نماز پہلے تھی اور قبولِ اسلام بعد میں ہوا۔

امام صاحب نے پھر کہا: یہ بڑی عجیب بات ہے میں سمجھ نہ سکا، ذرا تفصیل سے آپ بتانا چاہیں گے! کہ اسلام سے پہلے نماز تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی؟

اس پر اس نے کہا: امام صاحب! میرے قبولِ اسلام کا واقعہ یقیناً بڑا عجیب ہے۔ وہ اس طرح کہ.......... 1912ء سے میں مشرقی افریقہ کے برطانوی علاقہ کینیا میں آباد ہوں اور وہاں میری بہت تجارت ہے۔ مذہبی اعتبار سے میں پروٹسٹنٹ عیسائی تھا اور اپنے عقیدہ میں بہت سخت تھا میری روح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام پر حد درجہ مطمئن تھی۔ اگرچہ کاروبار کے سلسلہ میں میرے وقت کا بڑا حصہ بیرون ممالک کے سفر میں گزرتا تھا لیکن کاروبار کی سخت مشغولیت بھی مجھے انجیل کے مطالعہ اور مذہبی جلسوں کی شرکت سے باز نہ رکھتی تھی۔ انجیل کا ایک نسخہ ہر وقت میرے ساتھ ہوتا تھا اور میرا اعتقاد تھا کہ میری روح کا زیور یہی ہے۔

امام صاحب! اس دوران مجھے مصر جانے کا اتفاق ہوا، اور وہاں پہلی مرتبہ میں نے اسلام کی تاریخی شوکتوں کی سیاحت کی۔ میں نے دریائے نیل دیکھ کر فرعون کی پوزیشن سمجھی

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کی حقیقی صورت سے بھی آگاہ ہوا۔ میں نے وہاں کے مشہور تاریخی اور دینی ادارے جامعہ اَزہر کی زیارت کی، مسجد محمد علی کبیر، مسجد محمد حسین اور مسجد سیدہ کو دیکھا ان زیارتوں کا میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ اس کے بعد میں کثرت سے مصر جانے لگا۔ آہستہ آہستہ میری یہ حالت ہوگئی کہ میں جب بھی کاروبار سے ذرا فارغ ہوتا ایک اندرونی جذبہ میرے دل کو پکڑ لیتا اور کشاں کشاں مجھے اسلامی مسجدوں میں لے جاتا۔ میں وہاں خدا پرستی کی کچھ ایسی دل نواز کیفیتیں دیکھتا تھا کہ جن سے دل کبھی سیر نہ ہوتا تھا۔

وہاں ایک شخص ایک اونچے مینار پر کھڑا ہو جاتا اور نہایت دلکشی کے ساتھ ایک روحانی گیت گاتا یعنی اذان جس سے مسجد کی فضائیں جھومنے لگتیں۔ اس کے بعد امیر اور غریب، گورے اور کالے، چھوٹے اور بڑے سب مسلمان جوق در جوق مسجد میں داخل ہوتے عمامے اور عبائیں اتار کر ننگے پاؤں پانی کے حوض کے گرد بیٹھ جاتے پھر یہ لوگ اپنا ہاتھ منہ کئی مرتبہ دھو کے صاف اور اجلا کر لیتے۔ اس کے بعد سب لوگ حوض سے اٹھتے، کپڑے پہنتے اور قطاریں بنا کر مسجد کے دالان میں بڑی محبت سے بیٹھ جاتے۔

اس کے بعد اقامت کہی جاتی اور تمام حاضرین نہایت ہی ادب اور وقار کے ساتھ صفیں بنا لیتے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے میدانِ جنگ کی منظم اور مرتب صفیں یاد آجاتیں۔ پھر نماز شروع ہو جاتی اور تمام مسجد میں ہیبت وجلال اور سکون وسکوت کی کیفیتیں چھا جاتیں، پھر دل لبھا دینے والے رکوع وسجود کے مناظر میری آنکھوں کو دیکھنے کے لیے ملتے۔ یہ مناظر ایسے مؤثر ہوتے تھے کہ جس شخص میں ذرا بھی عقل واحساس موجود ہو وہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دیکھنے والے کو اللہ کی شان نظر آتی تھی اور انسان محسوس کرتا تھا کہ گویا میں اس دنیا سے بلند ہو کر کسی دوسرے عالم میں کھنچا چلا جا رہا ہوں۔

نماز کی دلکشی اور جاذبیت

سچ پوچھیے! نماز کی دلکشی اور جاذبیت کا اثر گویا جادو کی طرح میرے دل پر اثر انداز ہو رہا تھا اور نماز کے عمل کی خوش نمائی نے میرے دل کو جیت لیا۔ سجدہ ریز ہونے نے میری فطرت کو زیر کرلیا۔ جب وہ حوض کے کنارے بیٹھتے تو مجھے حسرت ہوتی کہ کاش میں ان کے ساتھ شامل ہوسکتا۔ جب وہ قطاریں باندھتے تو میں خیال کرنے لگتا، اے کاش! میں بھی دوڑ کر ان کے ساتھ مل جاؤں۔ جب وہ سجدے میں گرتے تو میرا دل بیٹھ جاتا کہ میں ان کے ساتھ کیوں شامل نہیں؟ میں مسجد میں خوشی کے ساتھ داخل ہوتا تھا لیکن جب نماز کے بعد واپس لوٹتا تو محسوس کرتا تھا کہ گویا دوسروں کے دامنِ مراد پھولوں سے بھرے ہیں اور میرا دامن خالی ہے۔ اسلام نے نماز کی خوشنمائی کی راہ سے مجھ پر حملہ کیا اور مجھ پر اسلام کا عملِ تسخیر شروع ہوگیا۔ نماز کے دل گداز نظارے اور اسلامی عبادات کی روح پرور کیفیتیں مجھ میں اسلام کی کشش بھرنے لگیں اور میرے آبائی عقائد میں ضعف آنا شروع ہوگیا۔ میں اکثر دل کے چمن کو شکوک کے کانٹوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن میری یہ تمام کوششیں بے کار تھیں، مجھ پر حضرت محمد ﷺ کے دینی علوم کی خواہش غالب آگئی اور اب میں مطالعۂ اسلام کے لیے بہت بے چین ہوگیا۔

میں اسلامی تعلیمات کا بڑے غور سے مطالعہ کرنے لگا جس قدر میرا مطالعہ بڑھا، اسی قدر میرے شوق کا دامن پھیلتا چلا گیا۔ آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے عربی زبان ضرور سیکھنی چاہیے۔ اسی دھن میں کئی سال گزر گئے۔ جس قدر اسلام کے متعلق میری بحث وتحقیق کا

سلسلہ بڑھتا چلا گیا اسی قدر میری روحانی پیاس بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار میں پوری طرح اسلام کی طرف مائل ہوگیا۔ ایک دن میں نے اذان سنی.......... ناگہاں کسی چیز نے میرے دل کو کھینچا اور میں نمازیوں کی صف میں شامل ہوگیا۔

الحمد للہ! کہ اب میں پورے طور سے مسلمان ہوں اور میری رائے ہے کہ کوئی دین اور مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک نماز ہی کو لیجئے صرف اس ایک چیز میں ایسے لطیف، عجیب اور عظیم الشان سبق موجود ہیں جو ساری دنیا کی نجات اور راہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ اس میں لطافت اور پاکیزگی ہے۔ اس میں غسل ووضو کے پاکیزہ ضابطے ہیں۔ اس میں عجیب قسم کی ورزش ہے، اس میں اتحاد واجتماع ہے، اس میں مساوات وہمدردی ہے، ان خوبیوں کے بعد یہ بہترین عبادت ہے۔ اسکے علاوہ نماز میں امام کی اطاعت اور اہلِ اسلام کے اجتماعی نظام کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ باقی رہے بندے کا خدا سے راز ونیاز کا سلسلہ تو یہ ایک ایسا کرشمہ ہے جسے ہم محسوس تو کرسکتے ہیں مگر بیاں نہیں کرسکتے۔

حضرت محمد ﷺ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں، صفحہ:94۔، سویرا پبلیکشنز لاہور

فلم کمپنی کا مالک اسلام کے دامن میں

امریکہ میں ایک فلم کمپنی کے مالک کو نماز پڑھتے لوگوں کی فلم بنانے کا شوق ہوا۔ تو اس نے چند عرب والوں سے جو امریکہ میں مقیم تھے اپنا یہ خیال ظاہر کیا اور کہا کہ آپ لوگوں میں جو خوش الحان مؤذن ہو اور دلنشین آواز والا قاری ہو اس کو لایئے اور دس پندرہ آدمی پیچھے اقتداء کرنیوالے بھی آجائیں! میں نماز کی فلم بناؤں گا۔ چنانچہ عشاء کے وقت یہ سب فلم اسٹوڈیو میں آئے۔ مؤذن نے اذان کہی، کمپنی کا مالک پوری توجہ سے سن رہا تھا اس پر کچھ عجیب سا اثر ہونے لگا، پھر نماز شروع ہوئی تو قاری صاحب جو امام تھے جوں جوں تلاوت کرتے جاتے، خدا کی شان وہ آدمی سن سن کے روتا جاتا۔

نماز ختم ہوئی تو فلم کمپنی کے مالک نے امام صاحب سے کہا: میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اسے غسل کرنے کو کہا، جب وہ غسل کر کے پاک صاف ہو کے آیا تو اسے کلمہ پڑھایا اور یوں وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ کہنے لگا آپ ایک دو گھنٹہ روزانہ مجھے قرآنِ مجید اور تعلیمات اسلام کا سبق پڑھا دیا کریں گے؟ امام صاحب نے کہا: ضرور! یہ تو میرا اسلامی فرض ہے۔

بعد ازاں اس نے فلم کمپنی بھی بند کر دی، دوستوں نے بہت فون کیے، پوچھا تمہیں کیا ملا؟ اس نے کہا: مجھے اسلام سے سکونِ قلب اور راحتِ جاں نصیب ہوئی ہے جو کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے کپڑے کا بزنس کیا، ڈالر بہت کمائے، مگر سکون نہ ملا۔ پھر اور کئی کاروبار کیے، مال خوب جمع کیا مگر دل ہمیشہ اطمینان سے خالی اور بے چین

رہا۔ اب مجھے کسی کاروبار کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس دولت اتنی ہے کہ سات پشتیں کھا سکتی ہیں۔ اک سکون کی دولت چاہیے تھی سو وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی ہے۔ بس اب میں اسی دولت میں ترقی چاہتا ہوں اور اسی کو دل سے لگانا چاہتا ہوں، مجھے خدا بس یہی نصیب کرے۔

یہ بات حقیقت ہے کہ کفار کو سکون واطمینان نصیب نہیں گو ظاہر میں سامانِ راحت ہزار ہیں۔ یہ دولت صرف اسلام ہی کے دامن میں اللہ نے رکھی ہے اور یہیں سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سچے دل سے اسلامی احکام پر انسان عمل پیرا ہو۔

ایک روشنی ان کے ماتھے پہ چمکنے لگی

سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ملک یمن کے ایک قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بایمان ہوئے۔ اور چند روز آپ ﷺ کے پاس رہے پھر آپ نے انہیں اپنے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے مامور فرمایا۔ اس موقعہ پہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرما دیں جسے دیکھ کر دوس قبیلہ کے لوگ میری بات مان لیں اور ایمان لے آئیں آپ نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی............

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهٗ ''اللہ! اس کے لیے روشنی پیدا فرما دے''

چنانچہ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک تیز روشنی چمکنے لگی ان کو اندیشہ ہوا کہ لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگیں کہ اپنے آباء کا دین چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی ہے.......... اس لیے انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! یہ روشنی چہرے کی بجائے کسی اور چیز میں منتقل فرما دے۔ چنانچہ پھر وہ روشنی ان کے لیے کوڑے کے سرے پر چمکنے لگ گئی اور اتنی تیز تھی کہ اندھیری رات میں قندیل کی طرح نظر آتی تھی۔ اور اس وجہ سے انہیں ذوالنور یعنی روشنی والا کہا جاتا تھا۔

یہ جب اپنی قوم کی جانب گئے اور انہیں اسلام کی جانب بلایا تو شروع میں ان کی دعوت پر صرف ان کے والد اور ان کی بیوی نے اسلام قبول کیا، دوسرے لوگ آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ یہ وہاں سے لوٹ کر دوبارہ رسالت مآب ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے

یہ درخواست کی: میرے قبیلہ دوس کے لوگ ایمان نہیں لاتے، آپ ان کی ہلاکت کے لیے بددعا فرما دیجئے! آپ کی ذات گرامی، تو تمام عالمین کے لیے سراپا رحمت بن کر آئی تھی آپ ﷺ نے بددعا کی بجائے یوں دعا فرمائی............

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَّاتِ بِہِمْ

''اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور ان کو یہاں (ایمان کے ماحول میں) لے آ''

چنانچہ آپ ﷺ کی اس دعا کی برکت سے قبیلہ دوس کے ستر، اسی گھرانے مسلمان ہوگئے یہ لوگ فتح خیبر کے موقع پر ۷ھ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی سال حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ہی کی دعوت پر ایمان قبول کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے ثمرات و برکات، صفحہ: 14,15

عورتوں کے لیے ایک لمحۂ فکریہ

ایک حدیث اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی زوجہ کا واقعہ

رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اگرچہ اپنے زیورات سے کیوں نہ ہو، کیونکہ میں نے بہت سی عورتوں کی جہنم میں جلتے دیکھا، بے شک تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری بھی زیادہ کرتی ہو۔ (1)

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب کچھ بڑے ہو گئے اور قبیلہ بنو جرہم سے فصیح عربی زبان بھی سیکھ لی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا وفات پا چکی تھیں تو آپ نے اسی قبیلہ کی ایک عورت عمارہ بنت سعد سے شادی کر لی۔

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ملنے آئے آپ گھر میں موجود نہ تھے۔ بہو سے ملاقات ہوئی وہ آپ کو پہچانتی نہ تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے احوال پُرسی کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہم بہت بُرے حال میں ہیں، بڑی تنگی اور زبوں حالی کا شکار ہیں۔ یعنی اپنی تنگی اور فقر کا شکوہ کیا اور اپنے حالات کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہ ہوئی۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب آپ کے خاوند آئیں تو انہیں میری جانب سے سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔

جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام واپس گھر آئے تو ان کی بیوی نے بڑے میاں کا سارا ماجرا کہہ سنایا.......... سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا وہ میرے والد تھے انہوں نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کر لوں۔ لہٰذا تم اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ۔ یوں وہ عورت اللہ کی رضا پر راضی نہ رہنے کی پاداش میں اچھی رفاقت سے محروم ہوگئی۔

اس کے بعد سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے دوسرا نکاح فرما لیا، آپ کی یہ بیوی بڑی صابرہ وشاکرہ اور ہر حال میں اللہ کی رضا پر خوش رہنے والی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آئے تو حسب سابق گھر پر اپنے فرزند سے ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ان سے پوچھا تو اس بہو نے عرض کیا کہ: وہ تلاشِ رزق میں کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارے گھر کے حالات کیسے ہیں؟ اس شاکرہ عورت نے جواب دیا: الحمد للہ! ہم بہت اچھے حال میں ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی برکتیں عطا فرمائے، جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور ساتھ یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھنا۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام گھر آئے تو ان کی زوجہ نے بتایا کہ ایک خوش شکل بزرگ آئے تھے اور ان کے ساتھ یہ بات چیت ہوئی اور انہوں نے یہ کہا تھا۔ یہ سن کر سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ بزرگ میرے والد گرامی تھے اور دروازے کی چوکھٹ یا دہلیز سے مراد تم ہو اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا: کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں اور تم سے اچھا برتاؤ کروں۔ اور یہ تمہاری شکر گزاری کے صلہ ہے۔ آپ نے پڑھ لیا نا! کہ بے صبری کے باعث بُرے حالات آتے ہیں اور رضاءِ رب پر راضی رہنے سے انعامات ملتے ہیں۔

---

(1) مستدرک حاکم (2) جہنم کی مستحق عورتیں، صفحہ:21

حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا کے شہید کیے جانے کا واقعہ

علیہما الصلوٰۃ والسلام

بنی اسرائیل کے لوگوں میں فساد اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، لیکن ان کا بادشاہ اس سے غافل تھا وہ اپنی بھابھی (یا اور کسی محرم عورت کے) عشق میں مبتلا ہو کر.......... اس سے شادی کرنا چاہتا تھا جو کہ شریعتِ موسوی میں جائز نہیں تھا بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اس کے جواز کا فتویٰ لینا چاہا لیکن انہوں نے فرمایا کہ تیرے لیے ایسا کرنے قطعاً حلال نہیں ہے۔ بادشاہ کی محبوبہ نے جب یہ سنا تو وہ شدید برہم ہوئی اور اپنے دل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے چھٹکارے کی ٹھان لی۔

اس کا نام سالومی تھا وہ بہت خوبصورت اور بڑی ماہر رقاصہ تھی اس کی ماں نے اسے یہ سازش سمجھائی کہ تو بادشاہ کے سامنے عریاں رقص پیش کر، اسے خوب شراب پلا اور جب وہ تجھ سے اپنی خواہش چاہے تو اس سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر کا مطالبہ کر دینا۔ سالومی نے اپنی ماں کے کہنے پر عمل کیا اور دورانِ رقص اپنا لباس اتار دیا اور بادشاہ کو شراب پلاتی رہی اور اپنی جانب خوب مائل کرتی رہی جب بادشاہ نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو اس نے اپنا مطالبہ اس کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اس کی دلداری کے لیے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے شہید کرنے کا حکم دیدیا۔ اور جب اس ظالم بادشاہ کے کہنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا اور ان کا سر سونے کے طشت میں رکھ کر بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو معجزہ کے طور پر اس کٹے ہوئے سر سے بھی وہی ندا آئی کہ: اے بادشاہ! تیرے لیے ایسا کرنا حلال نہیں ہے۔

یہ دیکھ کر بادشاہ اور سب لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔

ادھر حضرت زکریا علیہ السلام کو جب اپنے بیٹے کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کے لیے بددعا کی اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس بات کا علم جب عام لوگوں کو ہوا تو انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو انتقام کی غرض سے مسجد کے محراب میں ہی شہید کر ڈالا۔ اس واقعہ کا رونما ہونا تھا کہ بنی اسرائیل پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک جابر بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے انہیں تباہ و برباد کر کے شہر اور ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ سچ ہے کہ ظلم کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اور ظالم لوگوں کو وہ اسی طرح انجامِ بد کا شکار کر دیتا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: کہ آپ کی شہادت کے کئی اسباب تھے جن میں سے مشہور یہی واقعہ ہے۔

آپ ﷺ نے ایک مزدور صحابی کے ہاتھ چوم لیے

ہمارے پیارے آقا، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب، نبیوں کے امام، مدینہ کے تاجدار، سید دو عالم، محمد رسول ﷺ ہاتھ کی محنت سے رزقِ حلال کمانے والے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور ہر طرح سے ایسے لوگوں کی دل جوئی فرماتے، اور بڑی چاہت سے، انہوں دعائیں بھی عطا فرماتے۔

ایک روز آپ ﷺ کے ایک صحابی آپ کے پاس آئے، جن کا نام سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ آپ سے بڑے ادب واحترام سے ملے اور............سلام کرنے کے بعد مصافحہ کیا جب وہ رسالت مآب ﷺ سے مصافحہ کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھوں میں سختی محسوس کی اور ان کے دونوں ہاتھ اپنے سامنے کھول کر پوچھا کہ: تمہارے ہاتھ اس قدر سخت کیوں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! میں اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالنے کے لیے اپنے باغ میں محنت ومشقت کرتا ہوں، کدال اور کسّی وغیرہ بھی چلاتا ہوں، اس محنتِ شاقہ کے باعث میرے ہاتھ سخت ہو گئے ہیں۔

فَقَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهٗ وَقَالَ كَفَّانِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى

آپ ﷺ نے ان کے دونوں ہاتھ چوم لیے اور فرمایا: یہ ہتھیلیاں اللہ جل شانہٗ کو بہت پسند ہیں۔ (1) (☆............ یہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے سعد نہیں بلکہ یہ ایک اور صحابی تھے ہاں البتہ نام کی مشابہت ہے۔)

کوئی بھی جائز پیشہ اپنانا اسلام میں برا نہیں ہے جائز اور حلال رزق کے حصول کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام بھی مصروفِ عمل رہے۔ چند انبیاء کے ذریعۂ معاش کا تذکرہ سطورِ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے!............

انبیاء علیہم السلام اور ان کے کسبِ حلال

- حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔
- حضرت ادریس علیہ السلام کتابت اور درزی کا کام کیا کرتے تھے۔
- حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی تراش کر کشتی بنائی جو کہ بڑھئی کا پیشہ ہے۔
- حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام بھی تجارت کرتے تھے۔
- حضرت ذوالقرنین علیہ السلام (زنبیل) ڈولیا بناتے تھے۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھیتی اور تعمیر کا کام کیا ہے۔
- حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر بناتے اور شکار کرتے تھے۔
- حضرت اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام بکریاں چراتے تھے۔
- حضرت یوسف علیہ السلام نے غلہ کی تجارت کی ہے۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی سال تک بکریاں چرائی ہیں۔
- حضرت ہارون علیہ السلام بھی تجارت کرتے تھے۔
- حضرت یسع علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے۔
- حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔
- حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل بناتے تھے۔
- حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

اور خاتم انبیاء حضرت محمد ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی فرمائی۔(2)

---

(1) رواہ الطبرانی (2) اسلام کا قانونِ تجارت، قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں ، صفحہ: 38

اس نے لکڑی پیدا کی مگر کشتی نہیں بنائی

ایک انسان نے دوسرے انسان سے پوچھا کہ لکڑی تو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے مگر کشتی وغیرہ اس نے خود کیوں نہیں بنائی، دوسرے نے کہا: ہاں لکڑی تو اس نے پیدا کی مگر اس نے کشتی نہیں بنائی۔ اس نے لوہا زمین میں رکھ دیا مگر اس نے لوہے کو مشین کی شکل میں نہیں ڈھالا۔ اس نے المونیم اور پلاسٹک پیدا کیا مگر ان کو جہاز کی صورت میں تشکیل دینے کا کام چھوڑ دیا۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا کام اللہ تعالیٰ انسان سے لینا چاہتا ہے۔ اللہ نے ایک طرف ہر قسم کے خام مواد پیدا کیے اور دوسری طرف انسان کو عقل عطا فرمائی۔ اب اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ انسان زمین سے خام مواد لے کر اس کو مشین کی صورت دے۔ وہ بغیر گھڑے ہوئے مادہ کو گھڑے ہوئے مادہ میں تبدیل کرے۔

یہ فطرت کی قوتوں کو تمدن میں ڈھالنے کی مثال ہے۔ ٹھیک یہی معاملہ انسان سے بھی مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بہترین شخصیت عطا فرمائی۔ فطرت کی سطح پر اس کو اعلیٰ ترین وجود عطا فرمایا۔ تاہم یہ انسانی شخصیت اپنی ابتدائی صورت میں ایک قسم کا خام مواد ہے۔ اب یہ کام خود انسان کو کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اس ابتدائی وجود کی تشکیلِ نو کرے۔ وہ فطرت کے سادہ ورق پر اپنا کلام تحریر کرے۔ یہی انسان کا امتحان ہے۔ اسی معاملہ میں کامیابی یا ناکامی پر اس کے مستقبل کا انحصار ہے۔ انسان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنے شعور کو معرفت میں ڈھالے۔ اپنے احساسات کو ذکرِ الٰہی میں تبدیل کرے۔ وہ اپنے عمل کو ربانی کردار کی صورت میں ظاہر کرے۔ وہ اپنی شخصیت کو آخری حد تک خدا کا بندہ بنا دے۔

ایک انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا انسان وہ ہے جس کو ہر شخص خود تعمیر کرتا ہے۔ آدمی اپنی ماں کے پیٹ سے گویائی لے کر پیدا ہوتا ہے اب کوئی انسان اپنی گویائی کو حق کے اعتراف کی طرف لے جاتا ہے اور کوئی حق کے انکار کی طرف۔ آدمی اپنی ماں کے پیٹ سے اعلیٰ صلاحیت لے کر دنیا میں آتا ہے اب کوئی شخص اس صلاحیت کو فوری فائدے کے حصول میں لگاتا ہے اور کوئی اس کو اعلیٰ مقصد کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ ہر آدمی فطرت کی ایک زمین ہے۔ کوئی اپنی زمین پر کانٹے اگاتا ہے اور کوئی ہے جو اپنی زمین کو پھولوں کا باغ بنا دیتا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو جنت کا باشندہ بناتا ہے اور .... کوئی جہنم کا باسی۔

رازِ حیات از مولانا وحید الدین خان، صفحہ: 45

ظہورِ نبوت سے سات سو برس پہلے وہ بادشاہ ایمان لایا

آفتابِ رسالت طلوع ہونے سے سات سو برس پہلے کا ذکر ہے (1) کہ شاہ تبع اسعد بن کرب مشرقی ممالک کو زیرِ نگیں کرنے کی غرض سے نکلا، اسی دوران اس کا گزر مدینہ منورہ سے بھی ہوا جہاں مقام سنح پر اس نے قیام کیا۔ اس وقت اہالیانِ مدینہ کا رئیس عمرو بن طلحہ تھا، شاہِ تبع یہود کو قتل اور شہر کو برباد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اہلِ مدینہ نے جنگ پر صلح کو ترجیح دے کر قتل وغارت سے نجات حاصل کر لی۔ (2)

جب اہلِ مدینہ سے صلح کا معاہدہ طے پا گیا تو بادشاہ اپنے لڑکے کو وہیں حاکم مقرر کر کے مکہ معظمہ پر حملہ آور ہونے کی خاطر چل دیا۔ اس کے جانے کے بعد اس کے شہزادے کو قتل کر دیا گیا۔ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو وہ سخت غضب ناک ہو کر لوٹا اور اہلِ مدینہ کے قتلِ عام کا فیصلہ کیا۔

بادشاہ کے اس انتہائی خطرناک ارادہ کا علم بنی قریظہ کے دو علماء سخیت اور منبہ کو ہوا تو انہیں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ناصحانہ اور ہمدردانہ مشورہ دیا کہ وہ اہلِ مدینہ کی ہلاکت کا مذموم ارادہ ترک کر دے اور ان کی خیر خواہی کو قبول کر لے ورنہ اندیشہ ہے کہ کسی ناگہانی آفت کا شکار ہو جائے گا۔ شاہِ تبع نے دریافت کیا کہ اس کے عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ ان علماء نے بتایا کہ آئندہ زمانہ میں ایک نبی آخر الزماں ﷺ آنے والے ہیں یہ شہر مدینہ منورہ ان کا دارالہجرت اور دارالقرار ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

بادشاہ نے اس مخلصانہ مشورہ کی قدر کرتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا اور علماء کی علمیت اور فضیلت سے متاثر ہو کر ان کا دین بھی قبول کر لیا............اور خاموشی کے ساتھ مدینہ سے

روانہ ہو گیا۔ (3)

اسی طرح کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب تبع، شاہِ یمن مدینہ منورہ سے گزرا تو چار سو علماءِ تورات اس کے ہمراہ تھے انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ انھیں اس سر زمین پاک میں رہ جانے کی اجازت دی جائے بادشاہ نے ان سے اس کا سبب جاننا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے انبیاء کے صحیفوں میں پڑھا ہے کہ یہ شہر نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا دار الہجرت کہلائے گا۔

بادشاہ نے نہ صرف انہیں وہاں قیام کی اجازت دے دی بلکہ ان سب کے لیے مکانات تعمیر کرائے ان کے نکاح کرائے اور گزر اوقات کے لیے مال و دولت بھی عطا کیا اور فخرِ کائنات ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے لیے بھی ایک عالیشان محل تعمیر کرایا اور .... مزے کی بات یہ .... کہ آپ کے نام ایک خط بھی لکھا جس میں اپنے اسلام اور شوقِ دیدار کا ان الفاظ میں اظہار کیا ....

شهدت علی احمد انه رسول من الله باریٔ النسم

''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسولِ برحق مبعوث ہوں گے۔''

فلو مدّ عمری الیٰ عمره لکنت وزیر اله وابن سلّم

''اگر عمر نے وفا کی اور ان کی آمد تک میں زندہ رہا تو میں ان کا ساتھی اور مددگار بنوں گا۔''

وجاهدت بالسیف اعداءهٗ وفرّجت عن صدره کل غم

''اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کر دوں گا۔''

بادشاہ نے اس خط کو سر بمہر کر کے ایک عالم کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ اگر تم نبی آخر الزمان ﷺ کو پاؤ تو میرا یہ عریضہ پیش کر دینا۔ بصورت دیگر یہ خط اپنی اولاد کے حوالہ کر کے انہیں بھی میری طرف سے یہی وصیت کر دینا۔

اللہ کی شان دیکھیے! وہ خط نسل در نسل چلتے چلتے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا اور شاہِ تبع کا تعمیر کردہ محل بھی زمانہ کے نشیب وفراز سے گزرتا ہوا اور تعمیر در تعمیر کے مراحل طے کرتا ہوا، سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے زیرِ تصرف آ گیا۔ چنانچہ جب خیر الخلائق سید الاولین والآخرین ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دونوں چیزیں آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دی گئیں۔(4)

نیز اس واقعہ کو امام سہیلی (المتوفی ۵۸۱ھ/ 1185ء) اور صاحب تفسیرِ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابن کثیر نے بھی کچھ اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شاہِ تبع کے ایمان وتصدیق پر مبنی مذکورہ بالا اشعار بھی نقل کیے ہیں۔(5)

امام زین الدین المراغی (المتوفی ۸۱۶ھ/ 1413ء) نے بھی اس محل، خط اشعار، اور اس ضمن میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا ہے۔ دیگر کئی مصنفین نے بھی اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔(6)

---

(1) روض الانف ج1، ص: 24تا27

(2) البدایۃ والنہایۃ، ج2، ص: 164

(3) روض الانف ج1، ص: 724/ سیرت ابن ہشام

(4) وفاء الوفا، ج1، ص: 133

(5) البدایۃ والنہایۃ، ج2، ص: 66/ روض الانف، ج1، ص:24

(6) معالم دار الھجرۃ، ص:35

عشقِ نبی ﷺ سے لبریز

نبوت کے ماہتاب، رسالت مآب ﷺ کی محبت کا کیا کہنا، اس محبت وعشق کا انداز بھی نرالا ہے اور اس کا مزہ بھی انوکھا، آپ ﷺ کی محبت اسلام کی روح ہے اور ایمان کی جان۔ اللہ کے پیارے نبی ﷺ سے محبت کے جو نقوش صحابہ نے چھوڑے ہیں انہی نقوش قدم پر اللہ کریم ہر ایمان والے کو چلنے کی توفیق بخشے.........!

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس دو منزلہ مکان میں سکونت پذیر تھے ہجرت کے بعد اپنی سکونت کے لیے جسے سید الکونین نے بذریعہ وحی چن لیا اور اپنے انوار نبوت سے اسے ہمیشہ کے لیے روشن کر دیا۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بالائی منزل پیش کرنا چاہی مگر.......... آپ ﷺ نے زیریں کی سہولت اور راحت رسانی کی خاطر زیرین منزل پسند فرمائی۔

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تعمیلِ حکم کی خاطر اوپر رہنا تو گوارا کر لیا لیکن ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی کہ رحمتِ کائنات ﷺ نیچے رہائش پذیر ہیں کہیں کسی وجہ سے ان کے آرام میں خلل نہ آجائے۔ ہر وقت یہی فکر تڑپائے رکھتی.......... بنا بریں حضور کی خدمت میں عاجزی وانکساری سے عرض کی کہ ہمارے ایمانی جذبات اور آپ کے ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ آپ بالائی منزل میں اقامت گزیں ہو جائیں کہ سوئے ادب کا احتمال نہ رہے.......... چنانچہ آپ نے ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا.......... اور بالائی منزل میں راحت گزیں ہو گئے (1)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جب اوپر کے مکان پر رہائش پذیر تھے ان دنوں کا ایک ایمان افروز اور یادگار واقعہ ہے کہ بالائی منزل میں پانی کا ایک مٹکا ٹوٹ گیا.......... سیدنا

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تڑپ کر رہ گئے کہ اوپر سے پانی نچلی منزل میں بہنے یا ٹپکنے لگا تو کونین کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل آجائے گا، انتہائی بے ادبی ہو جائے گی۔ دونوں میاں بیوی کے پاس ایک ہی لحاف تھا انہوں نے وہ لحاف پانی کے اوپر رکھا اور سارا پانی اس میں جذب کرلیا۔ پانی تو جذب ہو گیا.......... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام وراحت میں بھی خلل نہ آیا۔ ہاں مگر اپنی رات بھر کی نیند.......... راحت و آرام.......... اور بھی کچھ کونین کے آقا پر قربان کر دیا۔ رات دونوں نے سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے گزار دی.......... مگر ایمان بچالیا، ایمان پر آنچ نہ آنے دی۔ اور عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انوکھی مثال رقم کر ڈالی۔ (2)

---

(1) مسند احمد (2) البدایة والنہایة، ج3، 201 بحوالہ کامل تاریخ مدینہ منورہ صفحہ 126

ایک سازش، وہ زمین میں دھنسا دیے گئے

حلب شہر (شام) کے چند لوگ مدینہ منورہ آئے اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ کے گورنر کے لیے بیش بہا تحائف لائے۔ حقیقت میں وہ لوگ ایک ناپاک عزم اور ایک مکروہ سازش کے لیے یہاں آئے تھے......... وہ لوگ حضور ﷺ کے روضۂ مبارک میں داخل ہو کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اجسام مبارک کو یہاں سے نکال دینا چاہتے تھے۔ گورنر کی مذہبی سوچ بھی ایسی ہی تھی یا بیش قیمت تحائف کے لالچ میں اس نے ان کو ایسا کرنے کی منظوری دے دی۔ اور گورنر نے مسجد نبوی شریفہ کے خادم سے کہا کہ اگر رات کو کچھ لوگ آئیں تو ان کے لیے مسجد کا دروازہ کھول دینا اور وہ جو کچھ کرنا چاہیں اس میں مداخلت یا مزاحمت نہ کرنا۔

مسجد نبوی میں نمازِ عشاء ادا کی جا چکی تھی لوگ اپنے گھروں کو جا چکے تھے رات کا کچھ حصہ بیت چکا تھا کہ باب السلام پر دستک ہوئی۔ خادم نے دروازہ کھولا، کچھ لوگ تھے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو خادم نے مسجد کا دروازہ کھول دیا۔ وہ تقریباً چالیس آدمی تھے اور ان کے پاس توڑ پھوڑ اور کھدائی کے ہتھیار بھی تھے۔ خادم بے چارہ سہم گیا اور ایک کونے میں دبک کے بیٹھ گیا۔ یہ لوگ روضۂ اطہر کی طرف بڑھے ابھی منبر تک نہ پہنچے تھے کہ ان کے نیچے کی زمین پھٹ گئی......... اور یہ سب لوگ اپنے ہتھیاروں سمیت......... اسی جگہ زمین میں دھنس گئے۔

ادھر گورنر ان لوگوں کا بے تابی سے انتظار کرتا رہا بالآخر خادم کو بلایا اور ان لوگوں کے

بارے میں دریافت کیا خادم نے اسے سارا واقعہ کو سنایا۔ گورنر نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم یقیناً پاگل ہو گئے ہو۔ خادم نے کہا آپ خود چل کر دیکھ لیجئے .... یوں وہ گورنر اس خادم کے ساتھ مسجد نبوی شریفہ میں اس جگہ پر آیا اور بچشم خود دیکھا تو واقعی اس جگہ، زمین کو دھنسا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کے برے عزائم کے سبب انہیں ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔ گورنر بھی بہت خائف ہوا، نیز خادم کو یہ کہا کہ اس معاملہ میں کسی کے سامنے اپنی زبان نہ کھولے ورنہ اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔

مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات، ص: 64، مرتب: امتیاز احمد، مطبوعہ مدینہ منورہ

ماں کی خدمت، جنت کی ضمانت

آقائے کون ومکاں سیدِ دو عالم، رحمت للعالمین، خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایک صحابی سیدنا حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے تمام غزوات خصوصاً غزوہ بدر میں شرکت سے مشرف ہوئے۔ یہ دین کے پاسدار، دل کے فیاض نیز ان سب خوبیوں کے ساتھ اپنی ماں کے بہت فرماں بردار اور خدمت گار تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جب جنت میں داخل ہوا تو میں نے تلاوت کی آواز سنی دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا: حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے فرمایا: ماں کی اطاعت کا ثمرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔(1) واقعی حارثہ ماں کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری میں معروف وممتاز تھے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سلام کرتے ہوئے پاس سے گزرے، جب واپس لوٹے تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: حارثہ! تم نے ان صاحب کو دیکھا تھا جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے؟ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی حضور! آپ نے فرمایا وہ جبرائیل تھے جب تم نے سلام کیا تو انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا۔(2)

قارئین! آپ نے پڑھ لیا! کہ ماں کی خدمت کے وجہ سے اتنا بڑا مقام عطا کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے آقا ﷺ کا ارشادِ پاک ہے جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ جنت ابدی خوشی اور دائمی کامرانی کی آخری منزل ہے لیکن یہ آخری منزل ماں کی دہلیز کا زینۂ اول ہے، اس اونچی منزل کو پانے کے لیے سدرۃ المنتہیٰ پر جانے کی نہیں ماں کے قدموں میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، ماں کی قدر ومنزلت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ کونین

کے والی، سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے آنے پر سروقد کھڑے ہو جاتے تھے اور دنیا بھر سے نرالی اپنی کالی کملی زمین پر بچھا دیتے تھے، سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی حقیقی ماں نہیں بلکہ دودھ پلانے والی رضاعی ماں تھیں، لیکن پھر بھی تکریم کا یہ انداز، سبحان اللہ کیا کہنا! آپ فرماتے: اُمّیْ اُمّیْ، آیئے! میری امی، میری امی جان۔

ماں! واقعی قدرت کا ایک عطیہ ہوتی ہے، بہشت کا یہی تو تصور ہے کہ وہاں سب کچھ بن مانگے ملے گا، اور من چاہی نعمت میسر ہوگی، ماں بھی تو اولاد کو بن مانگے دیتی ہے منہ کا نوالہ تک دے دیتی ہے اور اولاد جو چاہے اسے مہیا کر دیتی ہے خواہ اسے کسی کے برتن کیوں نہ مانجھنے پڑیں۔ آج دنیا دولت کی تلاش میں ہے سب سے بڑی دولت تو ماں کا وجود ہے، جسے ماں کا سایہ میسر ہے وہ سب سے بڑا تونگر ہے۔ ضروری نہیں کہ ماں کا تعلق بڑے خاندان سے ہو، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، جدید دنیا کے رجحانات سے آگاہ ہو، ماں شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی یا معمولی محنت کش گھرانے سے ہو، وہ ہر ایک کے لیے حتیٰ کہ ماں نبیٔ وقت کے لیے بھی احترام کا مرکز ہوتی ہے۔ (3)

---

(1) (2) صحابہ کرام کے مکانات از ڈاکٹر عبدالغنی فیصل، ص:63 مطبوعہ مدینہ منورہ

(3) قلم برداشتہ، صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

آپ ﷺ نے بھی اپنا حقِ رفاقت ادا کیا

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی ایک جماعت سفر میں تھی، اثنائے سفر میں آپ نے ایک منزل پر قیام فرمایا۔ کھانے پکانے کا انتظام ہونے لگا۔ بکری کے ذبح کرنے کی تیاری ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر شخص نے ایک ایک کام اپنے اپنے ذمہ لے لیا۔ ایک نے بکری ذبح کی۔ دوسرے نے اس کے بنانے اور صاف کرنے کی خواہش کی تیسرے نے آمادگی ظاہر کی، میں اس کو پکالوں گا۔

چوتھے صحابی رضی اللہ عنہ بولنے ہی لگے تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں ایندھن کے لیے جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر لاؤں گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نہایت ادب سے عرض کیا:

اے اللہ کے نبی ﷺ! ہماری جانیں آپ پر قربان!

ہمارے ہوتے ہوئے حضور کو کسی کام کے کرنے کی حاجت نہیں۔ فرمایا ''میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم لوگ کس قدر میری تکریم کرتے ہو اور میری خدمت میں کسر نہیں چھوڑتے ہو............ لیکن اس کے باوجود مجھے یہ گوارا نہیں............ کہ میں تم میں بڑائی کا طلبگار بن کر بیٹھ جاؤں۔ رفیق وہ ہے جو رفیقوں کا شریک کار رہو، یہ نہیں ہوسکتا کہ تم کام کرو اور میں یونہی بیٹھا رہوں، مجھے حقِ رفاقت ادا کرنے دو۔''

چنانچہ آپ ﷺ جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لائے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا کہ تمام مواقع پر آپ ﷺ اپنے رفقا کے ساتھ برابر کے شریکِ کار رہتے۔

فضائل وخصائل ونبوی ﷺ مطبوعہ دینی کتب خانہ جوہر آباد

حضور ﷺ کے درگزر کی ایک یادگار مثال

وحشی، جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ انتقام کے ڈر سے شہر بہ شہر مارا مارا پھرتا تھا۔ اہل طائف نے جو وفد مدینہ منورہ کے لیے ترتیب دیا۔ اس میں وحشی کا نام بھی تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لیا جائے۔ لیکن دشمنوں نے اس کو یقین دلایا کہ تم بے خوف و خطر جاؤ۔ حضرت محمد ﷺ سفیروں کو قتل نہیں کیا کرتے۔

چنانچہ وہ اس اعتماد پر دربارِ نبوت میں حاضر ہوا۔ اور قبولِ اسلام کا ارادہ ظاہر کر کے امید جواب میں خاموش کھڑا رہا، چچا کا قاتل، اور چچا بھی وہ جن کے ساتھ بچپن میں ایک ہی دایہ کا دودھ پیا، ایک ہی ساتھ رہے اور محبت کے ساتھ زندگی بسر کی، آپ نے دعویٰ نبوت کیا تو آپؐ کے حامی و ناصر رہے اور قبولِ اسلام کے بعد اعلاءِ کلمۃ اللہ میں پیش پیش رہے، ایسے پیارے چچا کو نہ صرف شہید کیا بلکہ عضو عضو جُدا کر کے، نعش کی بے حد توہین بھی کی۔ وحشی آج اس گناہِ عظیم پر نادم و شرمسار آغوشِ اسلام کا طلبگار بن کر کھڑا تھا۔

تقاضائے بشریت کب اجازت دیتا تھا کہ اس پر رحم کیا جائے رحم کرنا تو کجا، سامنے آنے کی بھی اجازت نہ دی جاتی۔ مگر آپ ﷺ کی صفتِ رحمۃ للعالمین سامنے آئی اور خلقِ عظیم سے اس کی تمام خطا کاریاں معاف ہوئیں۔ کیا دنیا ایسے عفوو درگزر کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟

آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ، ص: 44

باپ کا اپنی بچی کو زندہ دفن کر دینے کا واقعہ

سننِ دارمی حدیث پاک کی ایک کتاب ہے اس کے آغاز ہی میں ایک شخص کا واقعہ ہے جو اس نے حضور ﷺ کی مجلس میں سنایا۔ اس کی زبانی سنیے.........

''ایامِ جاہلیت میں ایک لمبے سفر کے بعد جب میں واپس گھر لوٹا تو گھر میں ایک پانچ چھ سال کی بیٹی موجود تھی میں نے بیوی سے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے بتایا کہ یہ فلاں کی لڑکی ہے بعد میں جب میں اس سے خوب شفقت ومحبت کرنے لگا تو ایک روز اس نے مجھے سچ سچ بتا دیا کہ یہ کسی اور کی نہیں بلکہ تمہاری اپنی ہی بیٹی ہے جو تمہارے جانے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ پہلے میں نے اس اندیشے سے نہیں بتایا تھا کہ تم اسے کہیں قتل نہ کر ڈالو۔''

جونہی مجھے اس بات کا پتہ چلا میری آنکھوں میں خون اتر آیا اور میں کدال اور بیلچہ وغیرہ لے کر نکلا اور بچی کو اپنے ہمراہ لیا باہر جا کر ایک گڑھا کھودنا شروع کیا جب مجھ پر کوئی مٹی وغیرہ اُڑ کر آتی تو وہ جھاڑ دیتی اور دھوپ میں مجھ پر سایہ کرتی یہاں تک کہ میں نے اس کے قد کے برابر گڑھا کھود لیا اور پھر اسے اٹھا کر اس میں کھڑا کر دیا اور اس کے ارد گرد مٹی ڈال کر اسے گڑھے میں دبانے لگا، وہ روتی چلاتی رہی لیکن میں نے اس پر کچھ ترس نہ کھایا، مٹی ڈالتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسے پورا زمین میں دبا دیا۔ (ایک حدیث میں، کنویں میں دھکا دینے کا تذکرہ بھی ہے) جب وہ شخص اپنا قصہ سنا چکا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور غم کی وجہ سے آپ کی مبارک ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔

سنن دارمی، المقدمة، باب ما كان عليه الناس قبل مبعث النبی ﷺ

ماں جیسی شفقتیں دینے والی چچی جان!

جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جانے لگا تو محبوب رب العالمین ﷺ خود آپ کی قبر میں اترے، لحد میں لیٹ کر چچی جان کی قبر کو متبرک و منور کر دیا۔ یہ خوش بختی کی معراج نہیں تو کیا ہے؟ فخرِ کونین ﷺ کے جسم اطہر کے طفیل قبر کی ساری مٹی بلاشبہ عنبر بن گئی ہوگی۔ میت اتارنے سے پہلے ہی جنت الفردوس کے دریچے گویا کھل گئے ہوں گے، آفتاب و مہتاب نے مٹی کے ذروں کی عظمت پہ رشک کیا ہوگا۔ اور وہ قبر، اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کا خزینہ اور برکتوں کا دفینہ بن گئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ھادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس توقیر و اکرام کی وجہ پوچھی تو آقائے رحمت ﷺ نے فرمایا یہ خاتون میری حقیقی ماں تو نہیں لیکن ان کی شفقتوں نے مجھے ماں کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ شفیع المذنبین رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا ان کی قبر میں اس لیے لیٹا ہوں تاکہ میری چچی کا جسم عذابِ قبر سے محفوظ رہے اور ان کی قبر بہشت کا باغ بن جائے۔ اور کفن کے ساتھ اپنا پیراہن اس لئے شامل کر دیا ہے تاکہ میری چچی جب جنت میں داخل ہو تو اہلِ جنت کو پتہ چل جائے کہ......... نبی الانبیاء ﷺ کی چچی اور آپ کی محسنہ آرہی ہے۔

نامور خطباء کے خطیبانہ شہ پارے، از ابو طلحہ محمد اظہار الحسن محمود، ص: 189

یہ سوار کتنا اچھا ہے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نور العین اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کا چین تھے۔ دوشِ رسالت کے شاہسوار تھے......... ان کی تربیت کے تین بڑے مکتب تھے پہلا مکتب آغوشِ فاطمہ رضی اللہ عنہا، دوسرا مکتب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تیسرا مکتب آپ کے نانا جان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک گود تھی جب ماں صاحب لولاک کی بیٹی ہو تو بیٹا کتنا عظیم ہوگا۔ کتنا بہادر اور جری ہوگا کتنے صبر و استقلال والا ہوگا۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیلتے ہوئے مسجد میں آگئے اور آپ کی پشت پر بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز کا سجدہ لمبا کر دیا تاکہ آپ کے اٹھنے سے وہ گر نہ پڑیں اور وہ دیر تک آپ ﷺ کی مبارک پیٹھ پر بیٹھے کھیلتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے کندھوں پر سوار تھے کہ سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے۔ آپ نے دیکھتے ہی کہا نِعْمَ الْمَرْکَبُ کتنی اچھی سواری ہے؟ اس پر سرکارِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: نِعْمَ الرَّاکِبُ......... اے عمر رضی اللہ عنہ! یہ بھی تو دیکھو! سوار کتنا اچھا ہے سواری بھی لاجواب تھی سوار بھی لاجواب۔

شہادتِ حسینؓ، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

ہم آپ کو راضی کریں گے!

اللہ کے پیارے حبیب سیدنا محمد رسول ﷺ اپنی امت کے بارے میں بہت شفیق اور رحیم تھے، رات کے سجدوں میں اپنی امت کے حق میں ہمیشہ دعا گو رہتے، عرفات کے میدان میں انتہائی غمگساری کے عالم میں اپنی امت کے لیے مسلسل کئی گھنٹے دعا فرمائی، ہر لمحہ، ہر پل آپ امت کے لیے دعائیں فرماتے رہتے، اتنے شفیق تھے کہ کبھی اپنی دعاؤں میں امت کو فراموش نہیں کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ ایک رات نمازِ تہجد میں تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (سورۂ مائدہ:16) تو اسے رات بھر پڑھتے رہے اور روتے رہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اے میرے پروردگار میری امت کی طرف نظر رحمت فرما۔ اور آپ ﷺ رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرائیل امین رونے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ نے اپنی امت کے بارے میں فکر مندی کا اظہار فرمایا۔ جبرائیل امین اللہ رب العزت کے پاس گئے اور حضور ﷺ کے بارے میں بتایا کہ وہ امت کے بارے میں پریشان ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جبرائیل امین سے فرمایا: جاؤ اور حضرت محمد ﷺ سے کہہ دو کہ ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو راضی کریں گے۔

تفسیر ابن کثیر، جلد3، ص209، دار الکتب العلمیة بیروت

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے پوری قوم آزاد ہو گئی

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ، اور ایمان والوں کی ماں ہیں۔ یہ ایک غزوہ میں قید ہو کر آئیں۔ قیدیوں کی تقسیم میں یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (بقول بعض: اپنے چچا زاد) کے حصہ میں آئیں لیکن انہوں نے اپنے مالک سے اس طرح طے کر لیا کہ اتنا مال مجھ سے لے لو اور مجھے آزاد کر دو۔ یہ معاملہ کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے مالی امداد چاہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے بہتر بات نہ بتا دوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں، انہوں نے بخوشی اس بات کو منظور کر لیا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرما لیا، ان کی قوم کے سینکڑوں افراد، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملکیت میں آ چکے تھے۔ کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہو کر آئے تھے۔ جب صحابہ کرام کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پیش نظر سب نے اپنے اپنے غلام اور باندیوں کو آزاد کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کی محبت کا کیا کہنا، اس جذبے کے تحت کہ اب یہ لوگ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہو گئے ہیں ان کو غلام بنا کر کیوں کر رکھیں، سبھی کو آزاد کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے سے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے، میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے باعثِ برکت ثابت ہوئی ہو۔''

قصص معارف القرآن، ص: 75

آیاتِ الٰہی پر یقین کا اعجاز

ایک بار قبیلہ اشعر کے کچھ لوگ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے، جو کچھ توشہ اور کھانا وغیرہ ان کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے سوچا کیا کیا جائے؟ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک آدمی کو حضور ﷺ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ آپ ﷺ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرما دیں۔ یہ آدمی جب رسول کریم ﷺ کے دروازہ پر پہنچا تو گھر سے قرآنِ کریم کی تلاوت کی آواز آئی، آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ یہ سن کر اس آدمی نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے تو سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری لوگ بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانداروں سے گئے گزرے تو نہیں.......... وہ ضرور ہمیں بھی اپنے خزانے سے رزق دے گا، یہ خیال کر کے وہیں سے وہ شخص واپس ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کو اپنا حال نہ سنایا۔

واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جائے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے، اس کے اشعری ساتھی اس کا مطلب یہ سمجھے کہ ان کے قاصد نے حسب قرارداد رسول کریم ﷺ سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے یہ سمجھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے، وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک بڑا سا برتن گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا لے آئے اور ان کو دے دیا۔ انہوں نے یہ لذیذ کھانا خوب سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیں تاکہ اس کو آپ اپنی دیگر ضروریات میں صرف فرما دیں.......... چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اس کے بعد یہ سب لوگ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے:

اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت خوش ذائقہ ولذیذ تھا، آپ نے فرمایا: کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔ تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کر دیا.......... کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کے پاس بھیجا تھا، اس نے ہمیں یہ جواب دیا، جس سے ہم نے یہ سمجھا کہ آپ نے کھانا بھیجا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ یہ میں نے نہیں، بلکہ اس ذاتِ قدوس (یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ) نے بھیجا تھا، بلاشبہ جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

تفسیر قرطبی، سورہ ہود، جلد9، ص6، دار الکتب المصریۃ قاہرہ

ہم نے آپ کے لیے لوہا نرم کر دیا

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ شاہی بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ رات کے وقت گلی، کوچے، شہروں اور بازاروں میں جاتے اور مختلف اطراف سے آنے والے لوگوں سے پوچھا کرتے...... کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت میں عدل وانصاف عام تھا اور سب انسان راحت وآرام کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی کو حکومت سے کوئی شکایت نہ تھی، اس لیے جس سے آپ سوال کرتے وہ آپ کو یہی بتاتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت اچھے ہیں اور ہم ان کے عدل وانصاف پر راضی اور خوش ہیں۔

حق تعالیٰ نے آپ کی تعلیم کے لیے اپنے ایک فرشتے کو انسانی شکل میں بھیج دیا، رات کو جب آپ اس غرض سے نکلے تو یہ فرشتہ آپ سے ملا، حسب عادت آپ نے اس سے بھی یہی پوچھا تو فرشتے نے جواب میں کہا: ہمارے بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا پوچھنا؟ وہ بڑے عادل ہیں، اپنی امت ورعیت کے حق میں بڑے اچھے ہیں مگر...... کیا خوب، کہ ان میں ایک بات نہ ہوتی۔ پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ فرشتے نے جواب دیا: وہ اپنا کھانا پینا اور اپنے اہل وعیال کا گزارہ مسلمانوں کے بیت المال سے چلاتے ہیں۔

یہ بات سن کر سیدنا داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف الحاح وزاری کے ساتھ دعا کی: اے میرے کریم اللہ! مجھے کوئی ایسا ہنر سکھا دے جو میں اپنے ہاتھ سے کیا کروں اور اس کی اجرت سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پال سکوں اور مسلمانوں کی خدمت اور سلطنت کے تمام کام بلا معاوضہ کر سکوں۔ آپ کی دعا کو حق تعالیٰ نے شرف قبول عطا فرمایا......

اور آپ کو زرہ بنانے کا ہنر ودیعت فرما دیا.......... ساتھ ہی یہ پیغمبرانہ اعزاز بھی عطا فرمایا کہ..........

آپ جس لوہے سے زرہیں بناتے وہ آپ کے لیے موم کی طرح نرم کر دیا جاتا.... تاکہ آپ بآسانی اپنا یہ کام کر سکیں.......... یوں سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے زرہیں بنانے لگے اور مناسب داموں فروخت کر کے اپنے گھر کی گزر اوقات کا بندوبست فرما لیتے اور باقی سب وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور امورِ سلطنت چلانے میں گزارتے۔ بیت المال سے لینا اگرچہ آپ کے لیے درست تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب سے خوب تر پر لگا دیا۔ یہ اللہ کی شانِ کریمی کا ہی کرشمہ تھا۔

رواہ ابن عسا کرو ابن کثیر فی تفسیرہ

وہ شخص اہلِ جنت میں سے ہے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی آئے جن کی ڈاڑھی سے وضو کی وجہ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں وہ اپنے نعلین لیے ہوئے تھے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا اور وہی شخص تشریف لائے۔ جب رسول اللہ ﷺ اٹھ کر اپنے گھر میں چلے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اٹھ کر اس شخص کے پیچھے گئے تاکہ ان کے اہلِ جنت میں سے ہونے کا راز معلوم کر سکیں اور ان سے کہا کہ میں تین دن تک آپ کے پاس مہمان رہوں گا اگر مناسب سمجھیں تو اجازت دیدیں.......... انہوں نے اس بات کو منظور فرمالیا۔

چنانچہ یہ صحابی تین روز تک ان کے مہمان رہ کر ان کے اعمال کا بغور مشاہدہ کرتے رہے.......... فرماتے ہیں رات کو سونے کے لیے جب وہ بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر صبح نماز کے لیے اٹھ جاتے۔ البتہ اس پورے عرصہ میں میں نے ان کی زبان سے بجز کلمۂ خیر کے کوئی بات نہیں سنی، جب تین راتیں گزر گئیں تو میں نے ان پر اپنا راز کھول دیا کہ.......... میں نے تین روز تک حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے آپ کے لیے جنت کی خوشخبری سنی تو میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا وہ کیا عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کو حاصل ہوئی۔

مگر عجیب بات ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا...........آخر وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا؟ انہوں نے کہا میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے۔ میں یہ سن کر واپس آنے لگا تو مجھے واپس بلا کر کہا کہ ہاں ایک بات ہے کہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے لیے کینہ اور کوئی بری سوچ نہیں رکھتا، اور نہ کسی سے حسد کرتا ہوں اس چیز پر کہ جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہو۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بس یہی وہ صفت ہے جس کے سبب آپ کو یہ بلند مقام عطا ہوا۔

عمل الیوم واللیلۃ لابن السنّی، 679/1 مسند احمد 124/20، رقم 12697

اب وہ زمانہ نہیں رہا

میں رات کے وقت ایک ریگستان کا سفر کر رہا تھا اچانک تھکان اور نیند کا مجھ پر غلبہ ہوا میں اپنی اونٹنی سے اترا اور سو گیا.......... سونے سے پہلے میں نے اپنی قوم کی عادت کے مطابق یہ الفاظ کہہ لیے اَعُوْذُ بِعَظْمِ ھٰذَا الْوَادِیْ من الْجِنّ یعنی میں پناہ لیتا ہوں اس جنگل کے جنات کے سردار کی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے اس کو وہ میری ناقہ کے سینہ پر رکھ کر ہلاک کرنا چاہتا ہے، میں گھبرا کر اٹھا اور دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ شیطانی خیال ہے پھر میں نے اپنے ذہن سے اس کو جھٹک دیا اور سو گیا۔

لیکن پھر میں نے وہی خواب دیکھا.......... تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی ناقہ کے چاروں طرف پھر کر دیکھا مجھے کچھ نظر نہ آیا مگر ناقہ کو دیکھا تو وہ کانپ رہی تھی، میں پھر جا کر سو گیا تو وہی خواب دیکھا لیکن اب جو میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان نیزہ لے کر ناقہ پر حملہ کر رہا ہے اور میری ناقہ تڑپ رہی ہے اور یہ وہی نوجوان تھا جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کے پاس ایک بوڑھا شخص کھڑا ہے جو نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایسا کرنے سے منع کر رہا ہے۔ اسی اثنا میں تین خرگوش سامنے آئے تو بوڑھے نے اس نوجوان سے کہا ان تینوں میں سے ایک پسند کر لو اور اس ناقہ کو چھوڑ دو.......... وہ اس پر راضی ہو گیا اور ایک خرگوش لے کر چلا گیا۔

پھر اس بوڑھے نے میری طرف دیکھ کر کہا اے بے وقوف! جب تو کسی جنگل میں

ٹھہرے اور وہاں کے جنات وشیاطین سے خطرہ ہو تو یہ کہا کر! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَبِّ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْوَادِیْ ''میں پناہ میں آتا ہوں حضرت محمد ﷺ کے رب کی اس جنگل کے جنات وغیرہ کے شر سے''

کیونکہ اب وہ زمانہ چلا گیا جب انسان جنوں کی پناہ لیتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ حضرت محمد ﷺ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ نبی عربی ہیں۔ نہ شرقی نہ غربی۔ پیر کے روز معبوث ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: کہ یہ کہاں رہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ یثرب (مدینہ منورہ) میں رہتے ہیں جو کھجوروں کی بستی ہے۔

میں نے صبح ہوتے ہی مدینہ طیبہ کا راستہ لیا اور سواری کو تیز چلایا یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو.......... میرا سارا واقعہ مجھے سنا دیا اس سے پہلے کہ میں آپ سے کچھ ذکر کرتا، یہ وحی کی ترجمانی سے بتایا یا اس بوڑھے جن کے خبر دینے کے سبب، پھر آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی.......... اور میں اسی وقت ہی مسلمان ہو گیا۔ یہ حضرت رافع بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی سرگزشت تھی کہ جنات کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مشرف بایمان ہونے کا سبب بنا دیا۔

السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، 362/1، ھواتف الجن، بسند جید۔ تفسیر مظھری

مبارک ہو! خوشخبری سنو!

ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ موتیوں جیسے چمکدار دانتوں والے ایک نوجوان بیٹھے ہیں، بیس، تیس صحابی ان کے پاس بیٹھے ہوئے علمی مذاکرہ کر رہے ہیں اور جب کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو وہ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی بات پر عمل کرتے ہیں، میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

دوسرے دن میں علی الصبح وہاں جا پہنچا.......... کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے پہلے وہاں موجود ہیں میں نے دیکھا وہ نماز پڑھ رہے ہیں.......... میں نے ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ جب وہ نماز پڑھ چکے تو میں ان کے پاس آ گیا انہیں سلام کیا اور عرض کیا: بخدا میں آپ سے اللہ جل شانہ کی خاطر محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا: بخدا یہی بات ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں ایسی ہی بات ہے.......... انہوں نے تین بار اس بات کو دوہرایا اور میں نے بھی تینوں بار یہی جواب دیا چنانچہ اس کے بعد انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑ کر مجھے متوجہ کر کے فرمایا: مبارک ہو! خوش خبری سن لو! اس لیے کہ میں نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو گئی.......... جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں اور جانیں قربان کرتے ہیں۔ طبرانی شریف میں یہ الفاظ بھی ہیں: اور وہ جو میری خاطر ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں۔

موطأ امام مالك، باب ماجاء في المتحابين في الله، 390/5

جو لوگ رب کی مانتے ہیں

اوناسس ایک یونانی تاجر تھا دنیا کی سب سے بڑی جہاز رانی کمپنی کا مالک تھا، زیتون کا کاروبار کرتا تھا اسے دنیا کے امیر ترین شخص ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ امریکہ کی خاتون اول جیکولین کینیڈی سے اس نے شادی کی۔ کاروبار زوال کا شکار ہوا اور مر گیا۔

اس کی پپوٹوں کے اعصاب جواب دے گئے تھے وہ اپنی پلکیں نہیں اٹھا سکتا تھا ڈاکٹروں نے اس کے پپوٹوں پر سلوشن ٹیپ لگا دی تھی جس کے باعث دن بھر اس کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور رات سونے کے وقت وہ سلوشن ٹیپ اتار دیتا۔ اس کے پپوٹے، اس کی پلکیں آنکھوں پر گر جاتیں، اندھیرا ہو جاتا اور وہ سو جاتا۔ صبح اٹھ کر وہ دوبارہ ٹیپ لگوا لیتا۔ جب اس سے زندگی کی سب بڑی خواہش پوچھی گئی تو کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر دکھی لہجے میں بولا ''کاش میں ایک بار، صرف ایک بار اپنی پلکیں خود اٹھا سکوں'' پوچھنے والا پوچھتا ہے: اس خواہش کے عوض تم کیا دے سکتے ہو؟ اوناسس فوراً جواب دیتا ہے ''اپنی ساری دولت، اپنا سب کچھ''۔

ہمارے رب کا کرم دیکھیے، ہم اپنی پلکیں خود اٹھا سکتے ہیں۔ ہماری پلکوں کی یہ حرکت اوناسس کی پوری دولت سے قیمتی ہے۔ پلکیں ہی کیا، ہمارے رب نے ہمارے جسم کو ایسی ایسی نعمتیں بخشی ہیں جن کا دنیا میں کوئی بدل نہیں۔ ان نعمتوں میں سے کوئی ایک کم ہو جائے تو ہم دنیا بھر کے خزانے لٹا کر وہ نعمت دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔

❀ دل ایک خود کار مشین کی طرح ہے جو کہ دن میں ایک لاکھ تین ہزار چھ سو اسی مرتبہ

دھڑکتا ہے یہ دھڑکنیں کم یا زیادہ ہو جائیں تو ہماری زندگی کا سارا ربط ٹوٹ جائے۔
یہ درست ہے کہ اب ہم مصنوعی دل لگوا سکتے ہیں لیکن اس کے بعد.......... زندگی کس قدر خوفناک ہو جاتی ہے ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

❀ ہماری آنکھیں ایک کروڑ دس لاکھ رنگ دیکھ سکتی ہیں، آنکھیں رنگوں کی شناخت کی یہ صلاحیت کھو دیں تو دنیا کا سارا سونا، انسان کو اس کے رنگ نہیں لوٹا سکتا۔

❀ ہماری زبان جیسی کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو ذائقہ بتا سکے جو لیموں کی ترشی اور سیب کی مٹھاس میں فرق کر سکے۔

❀ قوتِ گویائی ہے۔ سائنس نے ابھی تک ایسا آلہ نہیں بنایا جو گونگے کے منہ سے لفظ نکال سکے۔

❀ ہونٹ نہ ہوں تو ہم کھا سکتے ہیں، پی سکتے اور نہ ہی پوری طرح بول سکتے ہیں 35 فیصد لفظ ادائیگی کے لیے ہمارے ہونٹوں کے محتاج ہیں۔

❀ لعابِ دہن ہے دنیا میں ابھی تک کوئی ایسا کیمیکل ایجاد نہیں ہوا جو منہ میں لعاب پیدا کر سکے۔ جن کا لعاب دہن ختم ہو جاتا ہے وہ ہاتھ میں ہر وقت پانی کی بوتل رکھتے ہیں انہیں ہر دو منٹ بعد اپنی زبان گیلی کرنا پڑتی ہے۔

❀ انسانی ناک تین ہزار خوشبوئیں سونگھنے کی صلاحیت رکھتی ہے خوشبو کی حس کھو جائے تو دوبارہ نہیں ملتی۔

❀ پھیپھڑے دن میں پندرہ ہزار بار سانس لیتے ہیں سانسوں کی یہ تعداد کم یا زیادہ ہو

جائے تو انسان ادھ موا ہو جاتا ہے۔

یقین کیجئے ہمارا ایک ایک سانس، ہمارے بدن کا ایک ایک لمحہ اس کے کرم، اس کے رحم اور اس کی عنایتوں کا اعلان ہے۔ جس پر اس کی عنایت اور رحم وکرم کے سلسلے بند ہو جاتے ہیں وہ شاہ ہو یا گدا، اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، دکھوں سے بھر جاتی ہے۔ انسان گڑگڑا کر موت طلب کرتا ہے لیکن موت تو اپنے وقت سے پہلے نہیں آسکتی، اور بس انسان دکھوں کی بے رحم وادی میں جلتا مرتا، کڑھتا، کراہتا ہی رہتا ہے اور دنیا اس کے لیے عذاب گاہ بن جاتی ہے۔

ایسی مصیبتوں کے وقت کون کسی کی سنے؟ کس کو پکارا جائے؟ کون بندوں کے دکھ دور کرے؟ دن رات رب تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والے کی کب سنی جائے گی؟ ہاں اس کریم کا کرم ہے وہ جس پر کرنا چاہے تو کوئی اسے روک بھی نہیں سکتا۔ ورنہ تو میرا رب انہی کی مانتا ہے جو میرے رب کی مانتے ہیں۔

زیرو پوائنٹ ٹو، ص: 315 مختصرا

فضیلتِ دعاءِ انس رضی اللہ عنہ اور واقعہ حجاج

ایک دن حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو انواع واقسام کے چار سو گھوڑوں کا معائنہ کرایا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایئے! اپنے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اس قسم کے گھوڑے اور نازو نعم کا سامان کبھی آپ نے دیکھا؟ فرمایا بخدا میں نے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سے بدر جہا بہتر چیزیں دیکھی ہیں۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پالتو گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں۔ایک شخص گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ حق تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا اس گھوڑے کا پیشاب، لید، گوشت پوست اور خون قیامت کے دن تمام اس کے ترازوئے عمل میں ہوگا۔ اور دوسرا وہ شخص جو گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت کے وقت سواری کیا کرے اور پیدل چلنے کی زحمت سے بچے (یہ نہ ثواب کا مستحق ہے نہ عذاب کا) اور تیسرا وہ شخص ہے جو گھوڑے کی پرورش نمود و شہرت کے لئے کرتا ہے تاکہ لوگ دیکھیں کہ فلاں شخص کے پاس اتنے اور ایسے عمدہ عمدہ گھوڑے ہیں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔اے حجاج! تیرے گھوڑے تیسری قسم کے ہیں۔

حجاج یہ بات سن کر بھڑک اٹھا اس کے غصے کی بھٹی تیز ہوگئی اور کہنے لگا اے انس! آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی ہے اس کا لحاظ نہ ہوتا، نیز امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا خط مجھے نہ لکھا ہوتا تو نہ معلوم آج میں آپ کے ساتھ کیا کر گذرتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تو میلی نظر سے مجھے دیکھ سکے میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے چند کلمات سن رکھے ہیں میں ہمیشہ ان کی برکت سے اللہ جل جلالہ کی پناہ میں رہتا ہوں۔

مجھے نہ کسی سلطان کی سطوت سے خوف ہے نہ کسی شیطان کے شر کا اندیشہ۔
حجاج اس کلام کی ہیبت سے بے خود اور مبہوت ہو کے رہ گیا تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور (نہائت لجاجت سے) کہا اے ابوحمزہ! وہ کلمات مجھے سکھا دیجئے فرمایا تجھے ہرگز نہ سکھاؤں گا بخدا تو اس کا اہل نہیں۔ پھر جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو حضرت ابان رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے خادم تھے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کیسے آنا ہوا؟ عرض کی وہی کلمات سیکھنا چاہتا ہوں جو حجاج نے آپ سے سیکھنا چاہے تھے مگر آپ نے اسے نہیں سکھائے تھے۔ فرمایا ہاں تجھے سکھاتا ہوں تو ان کا اہل ہے میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی اور آپ وصال کے وقت مجھ سے راضی تھے اسی طرح تو نے میری خدمت دس سال تک کی اور میں دنیا سے اسے حال میں جا رہا ہوں کہ تجھ سے راضی ہوں صبح و شام یہ کلمات پڑھا کرو حق تعالیٰ تمہیں تمام آفات و شرور سے محفوظ رکھیں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں......

بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِیْ وَمَالِیْ وَوَلَدِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مَا اَعْطَانِیْ اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَآءُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ مَّرِیْدٍ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ ○

''ترجمہ: میں پناہ لیتا ہوں نامِ خدا کی اپنے نفس پر اور اپنے دین پر، پناہ لیتا ہوں نامِ خدا کی اپنے اہل وعیال اور مال و اولاد پر، حفاظت چاہتا ہوں نامِ خدا کے

ساتھ ہر نعمت پر جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی۔ اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے وہ بہت زیادہ عزت وجلال والا ہے اللہ ہر اس چیز سے عظیم تر ہے جس سے میں ڈرتا ہوں اور اندیشہ رکھتا ہوں۔ غالب ہے تیرا ہمسایہ اور تیری پناہ لینے والا، بلند تر ہے تیری تعریف، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ جل جلالہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے نیز ہر شیطان مردود اور سرکش ومتکبر کے شر سے۔ ﴿پس اگر یہ لوگ حق قبول کرنے سے پہلو تہی کریں تو آپ فرما دیجئے (اے محمد ﷺ) مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے﴾ ﴿بے شک میرے تمام امور کا والی اور کارساز اللہ ہے جس نے کتابِ مقدس (قرآن مجید) نازل فرمائی اور وہ نیک صالح لوگوں کا دوست ہے﴾"

المستظرف ج2/ 254جمع الجوامع از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل ج8/ 233

حادثات سے بچنے کا ایک مجرب وظیفہ

دعاءِ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو کسی نے آ کر خبر دی کہ آپ کا مکان جل گیا ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بڑی بے فکری سے فرمایا کہ ہرگز نہیں جلا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص یہ کلمات شروع دن میں پڑھ لے تو شام تک اس کو کوئی مصیبت نہ آئے گی اور جو شخص شام کو پڑھ لے تو صبح تک اس پر کوئی مصیبت نہ آئے گی (بعض روایات میں ہے کہ اس کے نفس میں، اہل و عیال اور مال میں کوئی آفت نہیں آئی گی) اور میں یہ کلمات صبح پڑھ چکا ہوں تو پھر میرا مکان کیسے جل سکتا ہے؟ پھر لوگوں سے کہا آؤ چل کر دیکھو سب کے ساتھ چل کر مکان پر پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ محلہ میں آگ لگی اور آپ کے مکان کے چاروں طرف کے مکانات جل گئے لیکن آپ کا مکان باوجود اس کے کہ درمیان میں تھا، محفوظ رہا۔ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ، مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْلَمْ یَكُنْ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

”ترجمہ: اے اللہ جل جلالہ! تو ہی میرا رب ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں تجھی

پر میں کامل بھروسہ کرتا ہوں اور تو عرشِ کریم کا رب ہے جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے وہ ہرگز نہیں ہوتا۔ برائی سے بچنے کی طاقت وہمت اور نیکی کرنے کی قوت وتوفیق صرف اللہ کی جانب سے ہوتی ہے جو بلند وبرتر اور باعظمت ذات ہے۔ میں اِس پر یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اس نے کائنات کی ہر ایک چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ اے اللہ جل جلالہ! میں اپنے نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ہر ذی روح کے شر سے بھی جس کو تو نے اس کے پیشانی کی بالوں سے مضبوط گرفت میں لیا ہوا ہے بے شک میرے رب کی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔''

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ایک اچھوتی اور نادر داستان

جو عزت وشرف رسالت مآب ﷺ کی غلامی میں ہے وہ شاہی میں بھی بھلا کہاں ہے اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے غلام، ہی حقیقی بادشاہ ہیں اور شاہان وملوک ان کی چوکھٹ کے فقیر وگدا ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعلق یمن کے نہایت معزز قبیلے قضاء سے تھا اور والدہ سعدیٰ قبیلہ بنو معن سے تھیں صغر سنی کا آٹھواں سال تھا کہ ایک دفعہ وہ اپنی والدہ کے ہمراہ تھے جو اپنے میکے جارہی تھیں کہ بنوقین کے سواروں کی ایک جماعت دکھائی دی۔ وہ غارت گری کر کے آرہے تھے دونوں ماں بیٹا ہنسی خوشی جارہے تھے کہ وہ غارت گران کے قریب آئے۔ زید کو اٹھایا اور چل پڑے سعدیٰ کا کلیجہ دھک سے رہ گیا منت سماجت کی، آہ وزاری کی لیکن ان پتھر دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سوار زید کو لے کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

زید کا بھی برا حال تھا وہ زور زور سے چلا رہے تھے لیکن ماں بیٹا دونوں بے بس اور مجبور تھے سعدیٰ کو میکے جانا بھول گیا واپس لوٹ گئی اور لختِ جگر کی جدائی نے برا حال کر دیا زید کا والد حارثہ بن شرجیل بھی بیٹے کے غم میں ماہی بے آب تھا اس نے زید کی تلاش میں صحرا و بیابان، جنگل اور وادیاں، شہر اور بستیاں، قریے اور قصبے چھان مارے مگر بیٹے کا کہیں سراغ ونشان نہ ملا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور بیٹے کی تلاش وجستجو میں سرگرداں رہا.......... وقت کے ہم آہنگ بیٹے سے جدائی کے زخم روز افزوں گہرے ہوتے چلے گئے۔ بنوقین کے سوار زید کو عکاظ کے میلے میں لے گئے۔ وہاں ضروریاتِ زندگی کی اشیاء کے علاوہ

لونڈی غلام بھی بک رہے تھے زید کو بھی بکنے والوں میں شامل کر دیا گیا۔ حکیم بن حزام بھی وہاں موجود تھے انہوں نے بعوض چار سو درہم، زید کو اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لئے خرید لیا اور لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اب زید بن حارثہ مکہ کی امیر ترین تاجرہ اور عالی حسب ونسب بیوہ خاتون کے غلام تھے اور جب وہ محبوبِ کبریا ﷺ کے حبالہ عقد میں آئیں تو انہوں نے زید کو اپنے سرتاج پیغمبر کے لئے ہبہ کر دیا اب زید رضی اللہ عنہ رحمتِ کونین ﷺ کے، شاہوں سے معزز غلاموں میں شامل ہو گئے۔ اور اس بات کو کئی سال بیت گئے، زید کا والدین سے جدا ہونے کا واقعہ بظاہر بڑا دردناک تھا لیکن انہیں کیا معلوم کہ تقدیر نے ان پر کتنا احسانِ عظیم کیا تھا اور گھیر کر انہیں حضور اکرم ﷺ کی غلامی کا شرف عطا کیا تھا اب وہ شب وروز اپنے آقا ومولا ﷺ کی خدمت میں مصروف، جنت کی روح پرور راہوں پر گامزن تھے۔ وقت تیزی سے محوِ پرواز رہا، ایک سال بنی کلب کے چند آدمی حج کے لیے مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے والدین کے اس یوسفِ گم گشتہ کو پہچان لیا اور ان کے والد حارثہ کا ماجرۂ غم کہہ سنایا.......... حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب باپ کے دکھ کے بارے میں سنا تو اس کی تشفی کے لئے چند اشعار پڑھے اور بنی کعب کے لوگوں سے کہا کہ یہ اشعار میرے باپ کو سنا دینا۔

باپ کو جب معلوم ہوا کہ بیٹا بقیدِ حیات ہے تو خوشی کی انتہا نہ رہی، دل چاہا کہ پر لگ جائیں اور اڑ کر ابھی مکہ پہنچ جائے۔ اس نے اپنے بھائی کعب کو ساتھ لیا اور جتنی تیز روی سے ممکن تھا اپنی گم گشتہ متاعِ حیات پانے کے لئے مکہ کی راہوں پر چل پڑا، مکہ مکرمہ پہنچ کر کشاں کشاں بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچا اور عرض کی:

اے ابنِ عبداللہ! اے فرزندِ ہاشم! اپنی قوم کے سردار!

آپ غمگین کو غم سے چھڑاتے ہیں ہم آپ کے پاس اپنے دل بند، گوشہ قلب اور پیارے لختِ جگر کے معاملہ میں آئے ہیں وہ آپ کے پاس ہے ہم پر احسان کیجئے اور اس کا فدیہ قبول کرنے میں ہمارے ساتھ نیکی کا برتاؤ کیجئے! آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ بتایا گیا ''زید بن حارثہ'' آپ نے سماعت فرمایا اور لب لعلیں کو جنبش دی، تم زید کو اختیار دو کہ وہ کس کو ترجیح دیتا ہے اگر تمہیں ترجیح دے تو بغیر فدیہ ادا کئے وہ تمہارا ہے اور اگر اس کا فیصلہ میرے حق میں ہو تو واللہ! میں ایسا نہیں کہ وہ تو مجھے اختیار کرے اور میں اس کے لئے کچھ اور پسند کروں۔ یہ سنا تو حارثہ بن شرجیل نے عرض کیا: آپ نے تو ہمیں انصاف سے زائد دے دیا اور احسان کیا۔

بعد ازاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور دریافت فرمایا: تم ان لوگوں کو جانتے ہو؟ وہ بولے: جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو میرے والد حارثہ اور میرے چچا کعب ہیں۔ آقائے کونین نے فرمایا: یہ تمہیں لینے آئے ہیں اب تمہیں اختیار ہے چاہے مجھے پسند کرو یا ان کو۔ تو تاریخ کے کانوں نے ایک اچھوتا جملہ سنا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی مرے ماں باپ اور میرے سب کچھ ہیں، میں آپ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گا۔ والد و چچا نے جب بیٹے کے منہ سے یہ سنا تو حیرت بدنداں رہ گئے اپنی سماعت پر یقین نہیں آتا تھا کہ زید آزادی پر غلامی کو فوقیت دے گا۔ وہ جو اس غلامی کی عظمت سے نابلد اور ناآشنا تھے بیک زبان بولے: صد افسوس! کہ تم آزادی، باپ، چچا اور خاندان کو چھوڑ کر غلام بن کر رہنا چاہتے ہو؟ محبت آزمائش سے گذر رہی تھی............ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: ہاں! میرے مالک، حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک ہی ایسی ہے کہ ان پر میں کسی اور کو اختیار نہیں کر سکتا............ان کی غلامی کا لطف صدہا آزادیوں سے بالا ہے۔

(عشقِ رسول کریم ﷺ، ص:379)

میرے بچے کو حضور ﷺ کی آبرو پر قربان کردو

1953ء کی تحریک میں ایک روز مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کچہری بازار (فیصل آباد) میں شمع رسالت کے پروانوں کے ایک بے انتہاء مجمع سے مخاطب تھے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے قادیانیوں کے تحفظ کے خلاف وہ اس بپھرے ہوئے مجمع سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بیان فرما رہے تھے حضور ﷺ کی ذات اقدس سے الفت اور قادیانی نظریات سے نفرت دلا رہے تھے۔ ان کا انداز نرالا تھا، زبان عشق نبوت سے آشنا تھی اور دل حضور ﷺ کی محبت میں لبریز۔

ختم نبوت کے تحفظ کے لئے انہوں نے لوگوں کو یوں جھنجھوڑا کہ مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑی ایک خاتون محبتِ نبوی کے جذبہ سے سرشار ہو کر آگے بڑھی اور اپنی گود سے چھوٹا سا بچہ اٹھا کر مولانا کی جانب اچھال دیا اور پنجابی میں یہ کہا: مولوی صاحب! میرے پاس ایک یہی سرمایہ ہے اسے سب سے پہلے حضور ﷺ کی آبرو پر قربان کر دیجئے۔

سارا مجمع اس وقت دھاڑیں مار مار کر رونے لگا خود مولانا نے روتے ہوئے کہا: بی بی! سب سے پہلے گولی ختم نبوت کی خاطر تاج محمود کے سینے سے گزرے گی اور پھر میرے اس بچے (قدموں میں بیٹھے ہوئے اپنے معصوم اکلوتے بیٹے صاحبزادہ طارق محمود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے سینے سے، پھر اس مجمع میں بیٹھے تمام افراد گولیاں کھائیں گے اور جب یہ سب قربان ہو جائیں تو اپنے بچے کو تو اس وقت لے آنا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کی عزت پر قربان کر دینا، یہ کہا اور وہ بچہ اس عورت کے حوالے کر دیا۔

عشق کو دنیا کھیل نہ سمجھے   کام ہے مشکل نام ہے آساں

(شاہراہ عشق کے مسافر، صفحہ 20)

ان کی قبر سے خوشبوئے جنت مہکتی رہی

خوشبوئے مصطفےٰ ﷺ کا تو کہنا ہی کیا، جسے فردوسِ بریں بھی ترستی ہے۔ تاریخ تو ابھی وہ واقعہ بھی فراموش نہیں کر سکی اور نہ ہی رہتی دنیا تک فراموش کر پائی گی کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا محمد بن شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر کی مٹی جب ہاتھ میں لی گئی تو وہ مٹی مثلِ مشک وعنبر خوشبو دینے لگی۔

نیز ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ کے چہرۂ انور اور رخسارِ اطہر پر مسرت کے آثار نمایاں ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! (زرقانی ج ۲ ص ۱۴۳، حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص: ۸۶۸ بحوالہ ابن سعد)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر خوشبو سے بارونق:۔

پھر چشمِ فلک ترستی ہی رہی اس جاں نواز لمحے کو۔ تا آنکہ امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا وقتِ وصال آیا اور نمازِ جنازہ کے بعد جب ان کو قبر میں رکھا گیا تو اس سے کستوری کی طرح خوشبو پھیلنے لگی اور یہ سلسلہ کافی دنوں تک رہا لوگ آپ کی قبر مبارک پر آکر اس مٹی کو لے جاتے رہے اور شانِ خداوندی اور احسانِ کریمی پر تعجب کرتے رہے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنے قلم سے یوں رقم کیا ہے۔

"ولما صلى عليه ووضع فى حفرته فاح من تراب قبره رائحة طيبة كالمسك وجعل الناس يختلفون الى قبره مدّة يأخذون من تراب قبره ويتعجّبون من ذلك" (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۹۴، بحوالہ رحمتِ کائنات)

"ترجمہ: جب امام بخاری علیہ الرحمۃ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور انہیں قبر میں رکھ دیا گیا تو قبر سے مشک وعنبر جیسی خوشبو پھیلنے لگی.......... لوگ قبر کی مٹی لے جاتے،

سونگھتے اور اس پر تعجب کرتے۔"

ایک ولی کامل کی قبر سے خوشبو، پروانۂ رضاءِ الٰہی:۔

اور ہاں پھر دنیا نے ایک وہ جاں نواز وقت اور خوش کن منظر بھی دیکھا کہ جب عاشقِ حبیبِ کبریا ﷺ، ولی کامل، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو تقریباً دو سال تک آپ کی قبر مبارک سے عجیب پر کیف سی خوشبو آتی رہی جس سے لاکھوں انسانوں نے اپنے دل و دماغ کو ظاہری اور باطنی انوار سے معطر کیا سائنس دانوں نے تجربہ گاہوں میں اس مٹی کا تجزیہ بھی کیا اور یہ فیصلہ دیا کہ یہ خوشبو کسی دنیاوی مادی چیز کی نہیں بلکہ اس کا تعلق دوسرے جہان سے ہے۔

؎ حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی

گویا رب العالمین نے یہ دکھا دیا کہ جو میرے خاص بندے اور ولی ہوتے ہیں، میرے حبیب ﷺ کے متبع اور سچے عاشق و جاں نثار ہوا کرتے ہیں زندگی تو کیا موت کے وقت بھی ہمارے ہاں ان کا خاص استقبال و اعزاز ہوتا ہے۔ بقولے

؏ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

ایک اور مجاہد ختم نبوت، تین روز تک خوشبو آتی رہی:۔

بہشتِ بریں کی خوشبو کا ایک مشام نواز جھونکا، ملاحظہ فرمایئے، مولانا محمد شریف بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کے شیدائی وفدائی تھے حیاتِ مستعار کی ساری بہاریں تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کر دیں سرائیکی زبان کے بہترین خطیب تھے اس مجاہدِ ختمِ نبوت کا جنازہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے اٹھا تدفین کے بعد آپ کی قبر مبارک سے تین روز تک خوشبو آتی رہی۔ (بحوالہ ہفت روزہ ختم نبوت، جلد 11 شمارہ نمبر: 38)

حضرت شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو:۔

میرے (راقم الحروف) استاذِ مکرم شیخ الحدیث مولانا شیخ موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے صاحبِ بصیرت بزرگ تھے۔ انتقال کے بعد جب ان کی تدفین عمل میں آئی تو حضرت کی قبر کی مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوگئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دور دور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کے لئے اُمڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اس طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ عجیب بات یہ تھی کہ اگر ایک ہی جگہ سے دس آدمی مٹی اٹھاتے تو ہر شخص کی اٹھائی ہوئی مٹی کی خوشبو جدا جدا ہوتی۔

(عشق رسول اور علماء دیو بند ص: 317)

اس قسم کے عالم سے مجھے ملوایا کرو!

ایک بار خلیفہ ہارون الرشید مکہ مکرمہ آیا تو اپنے وزیر فضل بن ربیع سے کہا کہ کسی عالمِ دین کو ملنا چاہتا ہوں، چنانچہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے خیمہ پر پہنچے اور..........

اجازت چاہی۔ انہوں نے پوچھا: کون ہے؟

وزیر نے کہا: امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں۔

فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: مجھ سے امیر المؤمنین کا کیا کام؟

وزیر نے کہا: سبحان اللہ! آپ پر امیر المؤمنین کی اطاعتِ واجب نہیں؟

آپ نے دروازہ تو کھول دیا مگر.......... ساتھ ہی چراغ گل کر دیا اور خود سمٹ کر ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ خلیفہ اور وزیر دنوں آگے بڑے اور جب گھپ اندھیرے میں خلیفہ کے ہاتھ فضیل بن عیاض کے ہاتھ سے ٹکرائے تو فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: کیا ہی نرم و گداز ہاتھ ہے اگر قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے محفوظ رہا پھر کچھ توقف کے بعد کہنے لگے..........

''امیر المؤمنین! عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب زمامِ خلافت ہاتھ میں لی تو سالم بن عبد اللہ بن عمر، محمد بن کعب القرظی اور رجاء بن حیات کو بلا بھیجا اور کہا: میں آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں، مجھے کوئی مشورہ دو۔ امیر المؤمنین! انہوں نے خلافت کو آزمائش سمجھا، لیکن آپ اور آپ کے ساتھی اسے نعمت سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑے ہیں۔''

''امیر المؤمنین! میں آپ کو اس دن سے خوف دلاتا ہوں جب بڑے بڑے مضبوط قدم ڈگمگا جائیں گے اور یہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے ساتھی حضرت

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں جیسے ہیں جو آپ کو ان کی سی باتوں کا مشورہ دیں؟''

یہ باتیں سن کر ہارون الرشید اتنا رویا کہ اس کو غش آنے لگا۔ وزیر نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: امیر المؤمنین سے نرمی برتیے! حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ وزیر سے کہنے لگے: تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے انہیں مار ڈالا اور اب مجھے نرمی کی تلقین کرتے ہو! خلیفہ جب ذرا سنبھلا تو فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا:

کچھ اور فرمایئے!

الغرض ہارون آپ کی عبرت آموز نصیحتیں سنتا رہا اور روتا رہا۔ کچھ اور، کچھ اور، کا مطالبہ کرتا رہا۔ جب اس کی طبیعت میں بہت رقت آ گئی تو جاتی دفعہ ایک ہزار دینار پیش کیے اور کہا: انہیں اپنے اہل وعیال پر صرف کر دیجئے اور اپنے رب کی عبادت کے لیے ان سے قوت حاصل کیجئے! فضیل رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: میں نے آپ کو راستی کا راستہ دکھایا ہے تو آپ یوں اس کا بدلہ دینا چاہتے ہیں؟

غرض ہارون الرشید اور اس کا وزیر دونوں چپکے سے باہر نکل آئے اور خلیفہ نے وزیر سے کہا: جب تم سے میں یہ کہوں کہ کسی عالم کے پاس لے چلو تو اسی قسم کے آدمی کے پاس لے جایا کرو۔

حکایاتِ عزیمت، ص: 50

علماء کی حق گوئی

۱۴۴ہجری میں خلیفہ منصور جب تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے اپنی تائید وتوثیق کے لیے چند ممتاز علماء کو دربار میں بلایا، ان میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ اور ان سے یہ سوال کیا: ”یہ حکومت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس امت میں عطا کی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا میں اس کا اہل ہوں؟“

منصور پہلے ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے جواب دیا: ”دنیا کی بادشاہی اللہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، مگر آخرت کی بادشاہی اس کو دیتا ہے جو اس کا طالب ہو اور اللہ تعالیٰ جسے اس کی توفیق دے، اللہ کی اطاعت سے توفیق نصیب ہوگی۔ اور نافرمانی کی صورت میں دوری ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت اہلِ تقویٰ کے اجماع سے قائم ہوتی ہے اور جو شخص خود اس پر قبضہ کر لے اس میں کوئی تقویٰ نہیں، آپ اور آپ کے مددگار توفیق اور حق سے منحرف ہیں، اب اللہ سے سلامتی مانگیں اور پاکیزہ اعمال سے اس کا تقرب حاصل کریں“ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: جس وقت ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ یہ باتیں کہہ رہے تھے تو میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اس خیال سے کہ ابھی اس کی گردن اڑا دی جائے اور اس کے چھینٹے ہم پر پڑیں گے۔

اس کے بعد خلیفہ امام صاحب کی طرف متوجہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ”آپ کو خود معلوم ہے کہ آپ نے ہمیں اللہ کی خاطر نہیں بلایا بلکہ اس لیے کہ ہم آپ کے ڈر سے آپ کی منشاء کے مطابق بات کہیں اور وہ عوام کے علم میں آجائے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی خلافت پر اہلِ تقوی میں دو آدمیوں کا بھی اجماع نہیں ہوا، حالانکہ خلافت مسلمانوں کے اجماع اور

مشورے سے ہوتی ہے۔''

دربار برخاست ہوا تو منصور نے اپنے وزیر ربیع کو درہموں کے دو تھیلے دے کر بھیجا اور ہدایت کی کہ: ''اگر ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ درہم قبول کر لیں تو ان کا سر اتار لانا۔''

جب ربیع نامی وزیر ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور تحفہ پیش کیا تو آپ نے کہا: میں یہ مال منصور کے لئے بھی حلال نہیں سمجھتا اپنے لئے کیسے حلال سمجھوں؟

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خواہ میری گردن اڑا دی جائے میں اس مال کو قبول نہیں کروں گا''

خلیفہ منصور نے جب یہ روئیداد سنی تو کہا:

''ان دونوں کی بے نیازی نے ان دونوں کا خون بچا لیا۔''

کسی کو رام کرنے کے لیے حکومتوں کے عموماً یہی دو ہتھکنڈے ہوتے ہیں، دھونس اور لالچ۔ یہی طریقے منصور نے بھی استعمال کیے۔ لیکن ائمہ دین نہ سنہری پنجروں میں بند ہوئے اور نہ ہی اپنی موت سے ڈرے۔ انہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر بھی دین کی کسی ادنیٰ سی شِق پر بھی آنچ نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ ان قربانیوں پر انہیں آخرت کی بے شمار راحتیں اور انعامات عطا فرمائے۔

مناقب امام اعظم ابو حنیفہؒ، ج2، ص: 14,15

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک گفتگو

چند صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں آپ تشریف لائے جب قریب پہنچے تو آپ نے انہیں کچھ گفتگو کرتے سنا، بعض نے کہا تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا۔ دوسرے نے کہا یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز نہیں۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح اللہ ہیں۔ کسی نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔

حضور ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو سنی اور تمہارا تعجب کرنا ملاحظہ کیا۔ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ وکلمۃ اللہ ہیں یقیناً یہ سب درست ہے...... لیکن سنو!

اَلا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْر .... وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّکُ حِلَقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ فَیُدْ خِلُنِیْھَا وَمَعِیَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَ......... وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْر ۔

خیال رکھو میں ہی اللہ کا محبوب ہوں گرچہ مجھے فخر نہیں، اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں گرچہ مجھے اس پر فخر نہیں۔

قیامت کے دن پہلا شفیع بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول

کی جائے گرچہ مجھے اس پر بھی فخر نہیں، اور میں ہی سب سے پہلے جنت کی زنجیر ہلاؤں گا اللہ اُسے میرے لئے کھول دے گا پھر اُس میں مجھے داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مسلمان ہونگے گرچہ مجھے فخر نہیں، اور میں اگلے پچھلے سب لوگوں سے زیادہ معزز و مکرم ہوں فخر یہ نہیں کہتا (بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں)۔

❀ یہ سب نرالے اعزاز اور بلند مراتب پانے کے باوجود آپ ﷺ نے بڑائی اور فخر کی بجائے عاجزی اور انکساری کو پسند فرمایا۔

جامع ترمذی، ابواب المناقب، رقم الحدیث: 3636

یہ استقامت کا پیکر جھکے گا نہیں!

۱۳۰ ہجری میں بنوامیہ کے عہد کے عراقی گورنر ابن ہبیرہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر کہا: میں آپ کے ہاتھ میں اپنی مہر دیتا ہوں، کوئی حکم نافذ نہ ہوگا جب تک کہ آپ اس پر مہر نہ کریں گے اور نہ ہی آپ کی مہر کے بغیر بیت المال سے کوئی مال نکلے گا۔ امام صاحب نے اس عہدہ سے انکار کر دیا تو گورنر نے آپ کو قید کر دیا اور کوڑے مارنے کی دھمکی بھی دی، مگر آپ اپنی بات پر برابر ڈٹے رہے۔ دوسرے سرکاری علماء نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ اپنے اوپر رحم کریں ہم بھی اپنے اس عہدے پر ناخوش ہیں مگر مجبوراً قبول کیا ہے، آپ بھی اس عہدہ کے لیے مان جائیں۔

آپ نے فرمایا: اگر گورنر مجھ سے صرف یہ خدمت چاہے کہ اس کے لیے واسط شہر کی مسجد کے دروازے گنوں تو بھی میں یہ قبول نہیں کروں گا چہ جائیکہ وہ کسی آدمی کے قتل کا حکم لکھے اور میں اس پر مہر لگاؤں، اللہ کی قسم! میں اس ذمہ داری میں شریک نہ ہوں گا۔

پھر ابن ہبیرہ نے آپ کے سامنے کئی اور عہدے پیش کیے مگر آپ مسلسل انکار کرتے رہے.......... بالآخر گورنر نے آپ کو کوفہ کا قاضی بنانے کا فیصلہ کیا اور قسم کھالی کہ اگر آپ انکار کریں گے تو آپ کو کوڑوں سے پیٹا جائے گا۔ اس کے جواب میں امام صاحب نے بھی قسم کھالی کہ: اس دنیا میں کوڑے کھالینا میرے لیے آخرت کی سزا بھگتنے سے زیادہ سہل ہے لہذا میں کسی قیمت پر منصب وعہدہ قبول نہیں کروں گا۔

آخر کار گورنر نے روزانہ دس کوڑے مارے جانے کا حکم دے دیا، دس روز تک آپ یہ

کوڑے سہتے رہے۔ تب کسی نے گورنر کو اطلاع دی کہ یہ شخص مر جائے گا مگر آپ کی بات نہیں مانے گا۔ تو گورنر نے کہا: کوئی ایسا ناصح نہیں جو انہیں سمجھائے۔ اور یہ مجھ سے مہلت ہی مانگ لیں۔ امام صاحب کو یہ بات پہنچائی گئی تو آپ نے مشورہ کرنے کے لیے.......... مہلت طلب کی اور رہا ہوتے ہی کوفہ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے آئے اور بنوامیہ کی سلطنت ختم ہونے تک واپس نہ آئے۔

بڑے آدمیوں پر آزمائشیں بھی بڑی آتی ہیں اور ان کی قربانیاں بھی بڑی ہوتی ہیں اور اللہ کریم انہیں حوصلے بھی عطا فرماتے ہیں اور یوں استقامت و عزیمت کی یہ داستانیں رقم کی جاتی ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ ایسے لوگ ہی پھسل جائیں تو پھر ثابت قدم کون رہے گا؟ اور ہمت واستقلال کس کا ماتھا چومیں گے؟

حکومت اور علمائے ربانی، ص: 25

تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت حارث بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارث تم نے کس حال میں صبح کی............

كَيْفَ اَصْبَحْتَ يَاحَارِثُ؟ قَالَ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا عرض کیا: حضور میں نے ایمان کی حقیقت پالینے کے ساتھ صبح کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا سوچ لو! تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، سوتمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں دنیا سے بے رغبت ہوں، میں رات بھر بیدار رہا اور دن بھر پیاسا رہا (یعنی روزہ سے رہا) گویا میں عرش الٰہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور گویا میں اہل جنت کو سامنے دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور گویا میں اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں وہ بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا حَارِثُ عَرَفْتَ فَالْزَمْ

اے حارث! تم نے حقیقت میں ایمان کی معرفت پالی ہے۔ تم اس کیفیت کو ان (مذکورہ) اوصاف کے ساتھ اپنے لیے لازم کیے رکھنا۔

مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۴۳، شعب الایمان، الزهد وقصر الامل، ۱۳/ ۱۵۹

بارانِ رحمت کے لیے آپ ﷺ نے دعا فرمائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے جب نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے تو ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا بچے بھوکے مر گئے اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا۔ ہم نے آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھا تھا قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے آپ ﷺ نے ہاتھ کیا اٹھائے کہ پہاڑوں جیسے بادل آگئے آپ منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے بارش کے قطرے آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتے دیکھے اُس روز بارش برسی، اگلے روز بھی اس سے اگلے روز بھی حتی کہ روزِ جمعہ تک بارانِ رحمت خوب برسی۔

اگلے جمعہ کو خطبۂ جمعہ کے وقت وہ اعرابی کھڑا ہوا یا کوئی دوسرا عرض گذار ہوا..........

یا رسول اللہ ﷺ! مکانات گر گئے اور مال ڈوب گیا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے، کہ اب وہ بارش کو روک لے۔ پس آپ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہیں۔ پس جس طرف دست مبارک سے اشارہ کرتے اُدھر کے بادل چھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پر ایک دائرہ سا بن گیا قناۃ نامی نالہ مہینہ بھر بہتا رہا اور جو شخص بھی باہر سے آتا وہ بارش کی خبر سناتا تھا۔[1]

---

[1] فتح الملهم شرح صحيح مسلم، باب الدعاء في الاستسقاء

فتنہ خلقِ قرآن اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ثابت قدمی

مامون الرشید ۱۹۸ ہجری میں خلیفہ بنا، وہ فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے سب سے پہلے اپنے یہ عقائد جبراً مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش کی۔ مشہور مسئلہ خلقِ قرآن اسی کے دور کی پیداوار ہے۔ وہ اس مسئلہ میں خاصا متشدد تھا اس نے حاکم بغداد اسحاق بن ابراہیم کو فرمان بھیجا کہ:

جو لوگ قرآن کو مخلوق نہیں سمجھتے ہیں ان کو سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔ ان کی شہادتیں ناقابلِ اعتماد قرار دی جائیں۔ دارالخلافہ کے ممتاز علماء کے خیالات اس بارے میں کیا ہیں قلمبند کر کے میرے پاس بھیجے جائیں۔ چنانچہ حاکم بغداد نے بیس علماء کے بیانات درج کر کے خلیفہ کو بھیجے جن میں سے اکثر علماء نے میں اس مسئلہ کی مخالفت کی تھی۔ مامون نے سخت برہمی میں یہ حکم دیا کہ جو لوگ قرآن کو مخلوق نہ مانیں فوراً انہیں گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ :۔

یہ فرمانِ شاہی سن کر بہت سے علماء نے اپنی جانیں بچانے کے لیے قرآن کو مخلوق کہہ دیا۔ صرف چند علماء امام احمد بن حنبل، محمد بن نوح، قواریزی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اپنے مذہب حق پر قائم رہے۔ اور انہیں حاکمِ بغداد نے بوجھل بیڑیاں پہنا کر بغداد کی طرف روانہ کر دیا۔ مامون کو جب ان کی روانگی کا علم ہوا تو یکدم جوش وغضب سے اٹھا، اپنی تلوار ہوا میں لہرا کر قسم کھا کر کہنے لگا میں ان لوگوں کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ سرکاری خدام میں سے ایک شخص

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا دل سے معتقد تھا وہ کسی طرح اس قافلے کو جا کر ملا اور حضرت امام سے صورت حال بیان کر دی۔ امام صاحب کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی البتہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے رحمت ومغفرت کی دعا فرمائی، وہ مستجاب ہوئی۔ مامون پر تپ لرزہ کا ایسا شدید حملہ ہوا کہ ہزار کوشش کے باوجود جانبر نہ ہو سکا۔ یہ قافلہ ابھی راستہ ہی میں مقامِ رقہ پر پہنچا تھا کہ مامون کے انتقال کی خبر آ گئی اور یہ لوگ واپس بغداد بھیج دیے گئے۔ مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم باللہ ۲۱۸ ہجری میں جانشین خلافت ہوا، صد افسوس کہ یہ اس سے بھی زیادہ سخت دل ثابت ہوا، اس نے کئی بار امام صاحب کو کوڑوں سے پٹوایا۔ عموماً روزانہ دس کوڑوں کی سزا دی جاتی۔ اس سے بعض دفعہ امام صاحب بے ہوش ہو جاتے۔

ایک بڑے ڈاکو کی امام صاحب سے ملاقات:۔

انہی دنوں کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ بغداد کا ایک بہت بڑا ڈاکو ابو الہیثم بڑی کوشش کے بعد امام صاحب سے تنہائی میں ملا اور آپ سے پوچھا کہ آپ کو یقین ہے کہ آپ حق پر ہیں؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ میں حق پر ہوں۔ تو ابوالہیثم کہنے لگا مجھے دیکھیے! ساری عمر ڈاکہ زنی میں گزر، کئی ڈاکے ڈالے، اور کئی مرتبہ گرفتار ہوا آج تک کل اٹھارہ سو کوڑے کھا چکا ہوں۔ لیکن کبھی اپنے جرم کا اعتراف نہیں کیا اور آپ تو حق پر ہیں، لہٰذا کوڑوں کے ڈر سے آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنی چاہیے!! امام صاحب زندگی بھر اس ڈاکو کو دعائیں دیتے رہے جس نے ایسے نازک وقت میں ان کی ہمت

کو اور استقلال بخشا۔

امام صاحب سے یہ کہا جاتا کہ مان جاؤ کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: قرآن تو اللہ کا کلام ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے، یہ خالق کی صفت ہے نہ خالق مٹنے والا ہے نہ اس کا کلام مخلوق ہے کہ مٹ جائے۔ دوسرا یہ کہ جو تم کہتے ہو مجھے وہ قرآن وسنت میں دکھا دو تو میں بھی مان جاؤں گا۔ ورنہ میرا عقیدہ علی الاعلان سنو! **القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق**، قرآن تو کلام الٰہی ہے نہ اللہ مخلوق ہے نہ کلام اللہ مخلوق۔

یہ ظلم اور تشدد اسی طرح جاری رہا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت اور حق گوئی میں فرق نہ آیا.......... یہاں تک کہ معتصم باللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا اور اس کا جانشین اس کا بیٹا واثق باللہ ہوا.......... یہ ظلم وتشدد میں اپنے باپ سے بھی بڑھ گیا۔ مگر ہر کام کی ایک انتہا ہوتی ہے اور اس کے بعد اس کا نشان مٹ جاتا ہے۔

واثق ایک روز دربار میں بیٹھا تھا کہ ایک سفید ریش بزرگ آئے اور کچھ کہنے کی اجازت چاہی، جب اجازت ملی تو کہا: خلیفہ! میں ایک سادہ سی بات کہتا ہوں جس بات کی طرف نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی نہ ہی حضرات خلفاءِ راشدین نے ایسا کہا، تم اس کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو اور پھر منوانے کے لیے زبردستی سے کام لیتے ہو! اب دو ہی باتیں ہیں ایک یہ کہ.......... ان جلیل القدر ہستیوں کا اس مسئلہ کا علم تھا لیکن انہوں نے سکوت فرمایا تو تمہیں بھی سکوت اختیار کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ.......... اگر تم کہو کہ ان کو اس کا علم نہ تھا تو.......... اے گستاخ ابن

گستاخ ذرا یہ بھی تو سوچ! جس بات کا علم نبی ﷺ اور ان کے خلفاء کو نہ ہوا اس کا علم تجھے کیسے ہو گیا؟

خلفیہ واثق وہاں سے اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا اور اپنی زبان سے بار بار یہ فقرہ دوہراتا رہا ''جس بات کا علم، نبی ﷺ اور ان کے خلفاء کو نہ ہوا اس کا علم تجھے کیسے ہو گیا؟''

اس واقعہ کے بعد واثق کے رویہ میں نرمی آ گئی.......... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو باعزت طور پر رہا کر دیا۔ اور خود، معتزلہ فرقہ کے عقائد وافکار سے بیزار ہو کر متبعِ سنت بن گیا اور اس فرقہ کی پشت پناہی بھی ختم کر دی اور یوں .... یہ فتنہ اپنی موت آپ مر گیا۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے استقامت بھی بخشی اور لوگوں میں محبوبیت بھی اور عند اللہ مقامِ بلند بھی۔

سیر اعلام النبلاء، 239/11، مؤسسة الرسالة، القاهرہ

آئندہ لوگ تراویح میں کیا پڑھیں گے؟

معتصم باللہ کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ ۲۲۷ھ میں تاج وتخت کا وارث بنا۔ یہ گمراہ کن نظریات وافکار کا مالک تھا ا رمعتزلی عقائد اور خصوصاً خلقِ قرآن کے عقیدہ کی اشاعت وپرچار میں اپنے باپ سے بھی بڑھ گیا۔ اس کے دور میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، دربار کا خاص مسخرا ایک دن خلیفہ کے سامنے آیا اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو قرآن کے بارے میں صبر جمیل عطا فرمائیں! میں تعزیت کے لیے آیا ہوں۔

واثق بولا: تیرا ناس ہو! نالائق کیا کہہ رہا ہے، کیا قرآن کی وفات ہوگئی؟

مسخرے نے کہا: امیر المؤمنین! آخر اس کے سوا کیا چارہ ہے، ہر مخلوق پر کو موت آنے ہی والی ہے.......... اور قرآن بھی تو (آپ کے خیال میں) مخلوق ہے۔ آج نہیں تو کل (نعوذ باللہ) یہ حادثہ ہو کر رہے گا۔

مسخرے کے اس جواب پر واثق سوچ میں پڑ گیا تو.......... مسخرے نے دوسرا سوال کر دیا اور بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا: امیر المؤمنین! آئندہ لوگ نمازِ تراویح میں کیا پڑھا کریں گے؟

اس طنزیہ سوال نے واثق باللہ کو مسئلہ خلقِ قرآن کے بارے میں گہری سوچ پر مجبور کر دیا۔ تب اس نے اس مسئلہ میں تشدد چھوڑ دیا۔

آئینہ پرویزیت، ص 59

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ شہد کی حلاوت

سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ.......... میں نے پہلی مرتبہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے اُس وقت سنا تھا جب میری غریب ماں نے ایک شہد لگا روٹی کا ٹکڑا میرے منہ میں ڈالا تھا۔ میں کوئی پانچ سال کا تھا۔ یہ روٹی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے آئی تھی اُس دن سے آج تک میرے ذہن میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ شہد کی حلاوت ومٹھاس وابستہ ہے اور دل میں عقیدت واحترام۔

آپ مجسّم عنایت، سرتاپاشفقت تھیں۔ ان کے گھر کے دروازے ہمیشہ حاجت مندوں کے لیے کھلے رہتے تھے اُن کے یہاں ہر ضرورت مند، ہر مسکین، ہر بے کس، بے نوا کی پذیرائی ہوتی تھی۔ کبھی کبھی ان کی نوازشیں، ان کے گھر سے بہت دور بھی پہنچ جاتی تھیں وہ خود غریبوں کے محلے میں ان کا حال پوچھنے چلی آتیں، اور لوگوں کے دکھ درد میں انکے کام آتیں.......... سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی مثال آپ تھیں وہ ایسی رئیس خاتون تھیں جن کا دل غریبوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائیں اس وقت جب سرورِ کائنات ﷺ خود بھی اکیلے تھے آپ نبی کریم ﷺ کی ساتھی بنیں۔

سچ تو یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ کی بے مثال خاتون تھیں اور یہ بھی تو حقیقت ہے کہ خود نبی کریم ﷺ کائنات بھر میں بے مثال تھے۔ میں جب پہلی مرتبہ آپ سے ملا تو آپ کھجور کے پتوں کی ایک سادہ سی چٹائی پر اپنے عم زادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ کی آنکھیں بھر آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اس وقت بچے تھے نے آپ کا ہاتھ تھام کر پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں یہ کوئی برا آدمی ہے کیا؟

”نہیں اے علی! یہ وہ شخص ہے جسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوئی ہے جسے اللہ تعالیٰ

نے اس دھرتی پر پیار کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسے اللہ نے اپنے لیے چن لیا ہے''

یہ کہہ کر حضرت محمد ﷺ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے بغل گیر ہو گئے اور مجھے گلے لگا کر فرمایا: ''بلال! جب تک دنیا قائم رہے گی یہ بات یاد رکھی جائے گی کہ اسلام کی راہ میں اذیت برداشت کرنے والے پہلے شخص تم تھے۔''

پھر حضرت محمد ﷺ نے میرا بازو پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ چٹائی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ اس بات پر میں چونک گیا، کہاں میں اور کہاں وہ عالی نسب! میں آج تک قریش کے کسی فرد کے سامنے نہیں بیٹھا تھا بھلا غلام کب اپنے آقا کے سامنے بیٹھنے کا سوچ سکتا ہے۔ اور ایک ہی چٹائی پر ان کے ساتھ بیٹھنا تو تصور سے وراء الورا بات تھی۔ میں بیٹھ نہ سکا، میں کھڑا رہا، پھر کونین کے آقا ﷺ نے اپنے مخصوص انداز میں پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اللہ نے میرا نصیب بلند کر دیا اور میرے بھاگ جاگ اٹھے۔

اتنے میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کی بیٹی کھجوریں لے آئیں اور اپنے راج دلارے ابا کے سامنے رکھ دیں آپ ﷺ نرم نرم، پکی پکی کھجوریں انگلیوں سے دبا دبا کر دیکھتے اور مجھے دیتے جاتے تھے۔ اور خود کھانے کے لیے جو کھجور بھی ہاتھ میں آتی کھا لیتے تھے، امت کی شفیق کریم نبی کی کیا بات تھی اور کیا نرالی شان تھی! سبحان اللہ، سبحان اللہ

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سلیم گیلانی، ص:53,73

ایک لمبی عمر پانے والے جن کی حضور ﷺ سے ملاقات

فاتح عرب و عجم سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تہامہ نامی پہاڑی پر کھڑا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی وہ نہایت نحیف وضعیف اور کمزور نزار آدمی تھا۔ اس نے رسولِ دو عالم ﷺ کو آ کر سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا: تیری آواز تیرے انداز سے معلوم ہوتا ہے تو کوئی جن ہے۔ اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول واقعی میں جن ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: میرا نام ہامہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے باپ کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: میرے باپ کا نام رھیم تھا

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے دادا کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: لاقیس

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے پردادا کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: ابلیس (یعنی شیطان)

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری عمر کتنی ہے؟

اس نے کہا: جس وقت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ہابیل وقابیل لڑے تھے اس وقت میں بچہ تھا پہاڑوں پر دوڑتا تھا، لوگوں کے دلوں میں وساوس ڈالتا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس وقت

تیرا یہ حال تھا تو اب کیا کرتا ہوگا؟ اس نے کہا: محبوب ﷺ مجھے ملامت نہ کیجئے میں نے شیث علیہ السلام کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار رہا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ دیکھا۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے میں نے تورات سیکھی۔ سیدنا داؤد علیہ السلام سے آسمانی کتاب زبور کے سبق پڑھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ایک آخر الزماں نبی آئیں گے اگر تیری ان سے ملاقات ہو تو میرا اسلام عرض کرنا۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں انبیاء کے سلاموں کے تحفے آپ کے پاس لے کر آیا ہوں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس کو کچھ سورتوں کی تعلیم دی اور .... پھر وہ جن چلا گیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رحمتِ دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ تو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے (یعنی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے) مگر اس جن کا پتہ نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔

تفسیر عزیزی، از شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضور ﷺ نے ایک خوش قسمت بچے کا امتحان لیا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ان جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جو اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور مفتی شمار ہوتے تھے۔ جب رحمتِ بے کراں، شاہِ رسولاں، نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت یہ کم عمر بچے تھے، دس گیارہ برس کے لگ بھگ۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ہجرت فرما کر آنے سے پانچ برس قبل یتیم ہو چکے تھے۔ آقائے نامدار ﷺ جب مدینہ منورہ پہنچے تو لوگ جوق در جوق اپنے آقا ﷺ کی زیارت کے لیے آ رہے تھے، اور کچھ نئے لوگ دامنِ اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں قرار لینا چاہتے تھے۔ لوگ خود بھی آ رہے تھے اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لا رہے تھے۔

حضرت زید کہتے ہیں مجھے بھی آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا بنو نجار کا یہ بچہ محض اپنے شوق سے قرآن پاک کی سترہ سورتوں کا حافظ بن چکا ہے۔ حضور ﷺ نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا تو میں نے سورۂ ق آپ کو پڑھ کر سنائی رسولِ رحمت ﷺ نے میرا پڑھنا پسند کیا اور تحسین فرمائی۔

سبحان اللہ کیسے عالی شان.......... یہ استاذ تھے اور کتنے خوش قسمت یہ.......... تلمیذ وشاگرد۔ اللہ کریم اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت واطاعت اس جہان میں عطا فرمائے اور آپ کی شفاعت ومعیت اُس جہان میں نصیب فرمائے۔ اور آپ کے اہل بیت اطہار اور تمام صحابہ کرام کی محبت وعقیدت سے ہمارے سینوں کو بھر دے۔ آمین

فتح الباری۔ الاصابة فی تمیز الصحابة، 491/2 دار الکتب العلمیة بیروت

قرآن پاک میں میرا تذکرہ کہاں پر ہے؟

ایک دن احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ذہن میں یہ بات آئی:

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ کِتَابًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۃ الانبیاء:١٠)

''ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم سمجھتے نہیں۔''

تمہارا تذکرہ، اس سے ایک عجیب سا احساس دل میں منڈلانے لگا، بالآخر سوچا کہ میں دیکھوں تو قرآن مجید میں میرا تذکرہ کس انداز میں ہے؟ میں کون ہوں؟ اور کن لوگوں میں سے ہوں؟

قرآن پاک منگوایا اور اس میں غور کرنا شروع کر دیا......... ایک قوم کا تذکرہ ان الفاظ میں پایا:

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (سورۃ الذاریات:١٧تا١٩)

''وہ لوگ رات کو کم سوتے ہیں اور سحری کے اوقات میں استغفار کرتے ہیں اور ان کے مالوں میں سائل اور غیر سائل سب محتاجوں کا حق ہے۔''

کچھ اور لوگوں کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود پایا.........

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (سورۃ المسجدہ:١٦)

''ان کے پہلو خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

پھر کچھ سوچا تو............ان لوگوں کا تذکرہ سامنے آیا جو............

يَبِيتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَّقِيَاماً (سورۃ الفرقان: ۶۴)

''لوگ اپنے پروردگار کے سامنے سربسجود اور کھڑے ہو کر اپنی راتیں گزار دیتے ہیں۔''

کچھ اور اوراق پلٹے تو یوں نظر آیا............

يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ آل عمران: ۱۳۴)

''وہ خوشحالی اور تنگی دونوں حالتوں میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو محبوب رکھتے ہیں۔''

ایسے ہی چند لوگوں کا تذکرہ دیکھا پڑھا............تو بے ساختہ پکار اٹھے

اے میرے اللہ! یہ تو کاملین کا تذکرہ ہے اور اونچی صفات والے اہلِ ایمان کا پُر رونق بیان ہے میں تو ایسوں میں سے نہیں ہوں۔

❀❀❀❀❀

پھر ایک اور انداز سے اوراقِ قرآنی پر نظر ڈالنے لگا تو ایک قوم کا تذکرہ یوں سامنے آیا............

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (سورۃ الصافات: ۳۵،۳۶)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے (تم اسی کی عبادت کرو) تو وہ تکبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانے کی وجہ سے چھوڑ دیں۔''

دوسری قوم کا تذکرہ کچھ اس طرح پایا............

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (سورۃ الزمر: ۴۵)

''جب ان کے سامنے خدائے وحدہٗ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ اس وقت بہت خوش ہونے لگتے ہیں۔''

پھر کچھ لوگوں کا بہت برا حال دیکھا............ ان سے پوچھا جا رہا تھا............

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ○ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ○ (سورۃ المدثر: ۴۲ تا ۴۷)

''کس چیز نے تم لوگوں کو جہنم میں لا ڈالا؟ وہ بولے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور تکذیب کے مشغلہ والوں کے ساتھ ہم بھی دین کا مذاق اڑاتے اور روزِ قیامت کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ موت ہمارے پاس آگئی۔''

یہاں پہنچ کر احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ رک گئے اور کہا:

اے میرے اللہ! میں ان برے لوگوں سے بیزار ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔

❀❀❀❀❀

پھر کچھ اور تلاوت جاری رکھی، غور وفکر بھی کرتے رہے، اپنے خیال وجستجو کو قرآنی افکار کے تابع کر کے تدبّر کرتے رہے یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبہ : ۱۰۲)

''دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک عمل اور برے عمل دونوں کو ملا جلا رکھا ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر توجہ فرمائے اور ان کی توبہ قبول فرمالے بے شک وہ اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔''

مطالعۂ قرآنی میں یہاں آ کر احنف کہنے لگے: بس میں ان لوگوں میں ہوں۔ میرے پاس بھی کچھ نیک اعمال ہیں اور خطاؤں کے ڈھیر بھی بہت ہو گئے ہیں بس مجھے اس ذات کی جانب متوجہ ہو کر توبہ کرنی چاہیے پس وہ رحیم و کریم اللہ مجھے معاف کر ہی دے گا۔

— سوائے مسلمان!

تو بھی کتاب اللہ میں اپنے مقام کے متعلق غور فکر کر، دیکھ کہ تو کون سے طبقہ میں شامل ہے اور اس بات سے ڈر، کہ تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جائے جن کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہمیشہ کے لیے لکھ دی گئی ہے یا جو لوگ عذابِ الیم کا شکار ہونے والے ہیں۔

جزء قیام اللیل، حافظ محمد بن نصر مروزی

نور علیٰ نور، لعابِ دہن اور زم زم

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ سے سنا: کہ زمزم کا پانی مبارک اور برکتوں والا ہے، بھوک میں کھانے کا کام دیتا ہے اور بدن کو غذائیت فراہم کرتا ہے۔(1)

رسولِ کریم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ زم زم کائناتِ ارضی کا بہترین پانی ہے جو بھوک میں کھانا اور ہر مرض میں شفا ہے۔(2)

زم زم پینے کے بعد پانی کو چہرے پر ملنا اور سر پر ڈالنا بھی آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔(3)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمزم پینے والا اگر شفا کی نیت سے زمزم پئے تو شفا حاصل ہوتی ہے، اصلاحِ اَخلاق کے لیے پئے تو حسنِ خُلق پیدا ہوتا ہے، سینہ کی تنگی میں پئے تو شرح صدر حاصل ہوتا ہے، ظلمتِ دل مٹانے کو پئے تو نورانیت پیدا ہوتی ہے تکالیف میں پئے تو آرام حاصل ہوتا ہے، غرضیکہ پیتے وقت جو نیت کر لی جائے اس کے مطابق فوائد و برکات حاصل ہوتے ہیں۔(4)

مدینہ کے تاجدار، رسولِ کریم ﷺ جب زمزم کے کنویں پر تشریف لائے زمزم کا ایک ڈول نکالا اس میں سے پانی نوشِ جاں فرمایا پھر اور سیراب ہو کر پیا، پھر اپنے منہ سے ایک گھونٹ کی اس ڈول میں کلی فرما دی اور پھر وہ ڈول زمزم کے کنویں میں ڈال دیا۔(5)

صحابہ منتظر تھے کہ آپ ﷺ کا بچا ہوا زم زم کا متبرک پانی ہمیں ملے گا لیکن کونین کے آقا کی شفقت دیکھئے کہ پوری امت کو یاد رکھا اور اپنا مقدس لعابِ دہن زمزم کے کنویں میں ڈال دیا تاکہ ساری امت اس میں سے پیتی رہے سبحان اللہ! نور علیٰ نور ہو گیا۔

❀ زمزم کتنا مبارک پانی ہے اور پھر اس میں وہ لعاب شامل ہو گیا جو سانپ کے کاٹے کے سبب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑی میں لگا تو ایڑی میں شفا ہو گئی۔

❀ وہ مبارک لعابِ دہن جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دُکھتی آنکھوں میں لگا تو اللہ کے کرم سے شفا ہو گئی۔

❀ وہ مبارک لعابِ دہن جو کڑوے پانی کے کنویں میں ڈالا گیا تو پانی میٹھا اور شیریں ہو گیا۔

❀ وہ مبارک لعابِ دہن جو ایک کنویں میں ڈالا گیا جس کا پانی بہت کم اور نیچے تھا تو وہ لبالب ہو گیا۔

❀ وہ مبارک لعابِ دہن جو سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے منہ میں تحنیک (نومولود کیلئے گھٹی) کے لئے ڈالا گیا تو اللہ نے ان کے سینوں کو روشن کر دیا۔

❀ وہ مبارک لعابِ دہن کہ لٹکے مشکیزہ سے آپ نے پانی پیا تو ام ہانی رضی اللہ عنہا نے برکت کے لیے اس مشکیزہ کا وہ چمڑا کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا جہاں.......... آقائے کون ومکان، سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعابِ دہن لگا تھا۔ سبحان اللہ.......... جانِ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر جان قربان، ہر روح فدا.......... ہر گل تصدّق..........اور ہر گلشن قربان۔

---

(1) قاضی عیاض فی مشارق الانوار، نووی فی شرح مسلم

(2) الترغیب والترھیب، صحیح ابن حبان

(3) مسند احمد، فاکھی

(4) نود الاصول، للامام الحافظ ترمذی

(5) مسند احمد، البدایة والنهایة، بلوغ الامانی

تجھے اللہ کے لئے معاف کیا

جس دور میں حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے منصوبے بن رہے تھے اور مشرکین نے آپ کے سر کی قیمت لگا رکھی تھی دعثور بن حارث انعام کے لالچ میں آپ کی جانِ اطہر کے درپے تھا حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے باہر کسی جگہ زمین پر محوِ استراحت تھے اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا رکھی تھی ایسے میں دشمنِ جاں موقع پر پہنچ گیا اور اسے اس ناگہانی کامیابی پر بے حد خوشی ہوئی۔

اس پر اسے اطمینان تو ہوا کوئی محافظ بھی نہیں اور آپ گہری نیند میں ہیں اور وہ بآسانی اپنا کام کر سکتا ہے مگر تھا وہ بہر حال عرب، سوتے میں شہید کرنا اس نے شیوۂ مردانگی کے خلاف سمجھا، اس نے بڑی درشتی اور رعونت کے ساتھ آپ کو جگایا اور بڑے حقارت آمیز لہجے میں پوچھا ''اب میری تلوار سے آپ کو کون بچا سکتا ہے؟''

اس ماحول میں کسی کے ہوش وحواس کا خطا ہونا معمولی بات ہے مگر آپ ﷺ نے بڑے تحمل اور اعتماد سے فرمایا ''میرا اللہ'' یہ جملہ کچھ اس شان اور انداز سے ادا ہوا کہ دعثور پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار کے دستے پر اس کی مٹھی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور کانپتے ہاتھوں سے تلوار زمیں پر گر پڑی، آپ نے اس کی تلوار اپنے قبضے میں لے کر فرمایا: تم بتاؤ میرے وار سے تمہیں کون بچائے گا؟ جواب میں گھمبیر خاموشی اور آنکھوں میں التجا کے ڈورے تھے آپ نے کمالِ شفقت سے فرمایا۔......... ''جا میں نے تجھے اللہ کے لئے معاف کیا''

یہ فرمانا تھا کہ دعثور کے منہ سے بے اختیار کلمۂ توحید نکلا اور دیکھتی آنکھوں، سنتے کانوں، جان لینے کا ارادہ کر کے آنے والا اپنا دل ودماغ دے بیٹھا۔

(تجلی شاہ بلیغ الدین)۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب تفرق الناس عن الامام عند القائلة

قیامِ مدینہ اور تعمیرِ مسجدِ نبوی

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد ﷺ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ فرمایا.......... تعمیر کا آغاز ہوا انصار اور مہاجرین نے مل جل کر مسجد بنانی شروع کر دی کوئی زمین کھودتا، کوئی پتھر لاتا کوئی گارا بناتا، انتہائی شوق و احترام کے ساتھ مسجد کی تعمیر ہونے لگی، ہر شخص اپنا فرض سمجھ کر اس کام کو کر رہا تھا.......... انہیں کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ بھی عام صحابہ کے لباس میں مزدوروں کے طرح ہاتھ بٹا رہے تھے، خود پتھر اٹھا کر لاتے اور گرد وغبار سے جسمِ اقدس پر لگ جاتا صحابہ عرض کرتے کہ سرکار! آپ زحمت نہ فرمائیں آپ کا کام ہم غلامانِ بارگاہ کر لیں گے مگر حضور ﷺ مسکرا کر پتھر اٹھاتے جاتے۔

گردشِ ماہ وسال یہ منظر دیکھنے کے لئے رک رک جاتی کہ جن کے سرِ اقدس پر اللہ تعالیٰ نے عزت وبزرگی کا سب سے بڑا اور قیمتی تاج رکھا تھا وہ مزدوروں کے لباس میں پتھر اٹھا رہے تھے، جبینِ سعادت عرق آلود ہو جاتی، آقا اپنے غلاموں کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ دیکھنے میں یہ ایک مسجد کی تعمیر تھی مگر حقیقت میں یہ ایک درس تھا فرمانرواؤں، کشور کشاؤں اور حاکموں کے لئے.......... کہ حکومت اور دولت کے نشہ میں آپے سے باہر نہ ہو جانا۔ انسان کی بلندی سونے چاندی کے ڈھیروں، ریشم وسنجاب کے پردوں، حریر ودیبا کی قباؤں، سر بفلک ایوانوں اور خوشنما باغیچوں میں نہیں ہے نیکو کاری تواضع، ہمدردی اور ایک دوسرے کی غمگساری میں ہے۔ بندہ اونچے سے اونچا ہو کر بھی بندہ ہی رہتا ہے خدا نہیں ہو جاتا۔

تکبر وغرور، عبدیت کی نہیں معبودیت کی شان ہے۔ جو بندہ اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا ذلیل ہو جائے نیکی اور انسانی ہمدردی کے اوصاف نہ ہوں تو تاج پہن کر

بھی آدمی ذلیل رہتا ہے، لعل وگوہر کی چمک سے صاحب تاج کی عزت میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہو جاتا.......... اور آدمی خدا شناس اور ہمدردِ خلائق ہو کر ذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو اس کا سرِ عزت نیچا نہیں اونچا رہتا ہے۔

یہ مسجدِ نبوی تھی، سادگی کا بہترین نمونہ، ظاہری آرائش اور راُوپری ٹیپ ٹاپ سے دور، دکھاوے اور بناوٹ کی یہاں گنجائش ہی نہ تھی، ناتراشیدہ پتھروں کی دیواریں، کھجور کے ستون اور اسی کے پتوں کی چھت اور فرش پر سنگریزے بچھے ہوئے.......... مگر یہ مسجد جن سجدوں سے معمور تھی ان کی رفعت کا اندازہ قدسیوں کا خلوصِ عبادت اور صدقِ تہلیل بھی کر نہیں سکتا، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جہاں قدم رکھ دیں تو.......... سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود.......... پھر اس جگہ تو حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کے نشان پائے جاتے تھے یہاں تک بلندی کا کیا پوچھنا! عرش جھک جھک جاتا ہوگا، جب محمد رسول اللہ ﷺ کی جبینِ پُر انوار فرشِ زمیں پر سجدے میں ہوتی ہوگی۔

دُرِّ یتیم، ص: ۲۴۰، مولانا ماہر القادری

اٹھ کھڑا ہو! اللہ کا خلیل تیرے سامنے ہے!

بیت المقدس کے قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام جانوروں کی چراگاہ کی تلاش میں کسی پہاڑ کے اندر تک چلے گئے، انہوں نے ایک مقام پر نہایت غمناک آواز سنی، کوئی شخص نہایت خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا آپ ادھر متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک ضعیف العمر شخص اپنے حال میں محو ہے آپ نے اس سے دریافت کیا: تم کس کو یاد کر رہے ہو؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کو، آپ نے پوچھا: تمہارا اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا آسمان پر ہے، فرمایا: زمین پر بھی وہی خدا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: تمہارا قبلہ کدھر ہے؟

تو بوڑھے نے بیت اللہ شریف کی سمت میں اشارہ کیا، آپ نے پوچھا: تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: نیچے اسی غار میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بوڑھے کا ٹھکانہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو بوڑھے نے کہا: وہاں جانا محال ہے۔ کیونکہ راستے میں گہری ندی پڑتی ہے جسے عبور نہیں کیا جاسکتا، حضرت نے فرمایا تم کیسے پہنچ جاتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا: خرقِ عادت یعنی کرامت کے طور پر چلا جاتا ہوں، اور میرے پاؤں تک بھی نہیں بھیگتے، آپ نے فرمایا چلو ہم بھی اسی طریقے سے چلتے ہیں جو اللہ تیرے لیے پانی کو مسخر کرتا ہے وہ میرے لئے بھی کردے گا۔ چنانچہ دونوں چل دیے غار میں اترے تو آگے ندی تھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے عبور کیا اور آپ کے پاؤں تک نہیں بھیگے، پانی کے نیچے آپ اس شخص کے عبادت خانے میں پہنچے تو دیکھا کہ اس کے عبادت خانے کا رخ واقعی بیت اللہ شریف کی جانب تھا آپ بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں یہ بندہ خدا پرست ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے بزرگ یہ بتاؤ کہ سب سے خوفناک دن کون سا ہے تو اس نے جواب دیا: جس دن اللہ تعالیٰ کرسی عدالت پر بیٹھے گا، اور انبیاء سمیت سب مقرب بھی لرز رہے ہوں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو اس دن کے خطرات سے محفوظ رکھے بوڑھا کہنے لگا کہ مجھے دعا کرتے ہوئے تین سال ہو گئے مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی، آپ نے پوچھا کہ تمہاری کونسی دعا قبول نہیں ہوئی، اس نے کہا میں اس پہاڑ میں گیا تو مجھے ایک نوجوان ملا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے میں نے اس سے پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے دوست ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانوروں کے لئے چراگاہ تلاش کر رہا ہوں۔

بوڑھے آدمی نے کہا: اس وقت سے میں یہ دعا مانگ رہا ہوں کہ اے مولا کریم! اگر دنیا میں تیرا کوئی خلیل ابراہیم ہے تو مجھے اس کی زیارت نصیب فرما مگر آج تک میری یہ دعا قبول نہیں ہوئی، تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کر لی ہے اٹھ کھڑا ہو اللہ کا خلیل تیرے سامنے کھڑا ہے، آپ نے اسے گلے لگا لیا، تو معانقہ یعنی گلے ملنے کا عمل یہاں سے شروع ہوا۔

معالم العرفان فی دروس القرآن، جلد اول، ص ٤٤٣، بحوالہ تفسیر درمنثور و تفسیر عزیزی

اختتامیہ

﴿چند اضافی تحریریں﴾

قرآنِ پاک کا عددی اعجاز

﴿ایک حیرت انگیز نمونہ﴾

لفظِ دنیا 115 بار قرآن مجید میں ہے اور لفظِ آخرت بھی 115 بار

ملائکہ...... 88 بار آیا ہے اور لفظِ شیاطین بھی 88 بار مذکور ہے

حیات...... 145 بار آیا ہے اور لفظِ موت بھی 145 بار

اِبْلیس...... 11 بار آیا ہے اور اِسْتِعَاذَۃُ عَنْ اِبْلیس بھی 11 بار

المصیبۃ...... 75 بار آیا ہے اور لفظِ شُکُر بھی 75 بار مذکور ہے

اِنفاق...... 73 بار آیا ہے اور لفظِ رِضَا بھی 73 بار مذکور ہے

مُسْلِمِیْن...... 140 بار آیا ہے اور لفظِ جھاد بھی 140 بار

سِحْر...... 60 بار آیا ہے اور لفظِ فتنہ بھی 60 بار مذکور ہے

زَکوٰۃ...... 32 بار آیا اور اور لفظِ برکت، برکات بھی 32 بار ہے

رَغْبَۃ...... (شوق) 8 بار آیا ہے اور لفظ رَھْبَۃ (ڈر) بھی 8 بار آیا ہے

محمّد...... ﷺ 4 بار آیا ہے اور لفظِ شریعۃ بھی 4 بار مذکور ہے

رَجُل...... (مرد) 24 بار آیا ہے اور لفظ اِمْرَاۃ (عورت) بھی 24 بار

دن رات میں نمازیں...... 5 فرض ہیں تو لفظ صَلَوَات بھی 5 بار

مھینے...... 12 ہیں تو لفظِ شَھْر بھی قرآن مجید میں 12 بار آیا ہے

سال کے دن...... 365 ہیں تو یَوم کا لفظ بھی 365 بار آیا ہے

نیز آج دنیا پر خشکی اور پانی...... کا تناسب 13/32 ہے۔ تو قرآن پاک میں لفظِ بحر 32 بار آیا ہے اور لفظ برّ 12+ یبَس (خشکی) 1 (کل 13) بار مذکور ہے۔

(ڈاکٹر طارق سویدان، عربی کیسٹ نمبر 8)

فقہ حنفی کی دس خصوصیات

❀......فقہ حنفی کی ایک خصوصیت:۔

یہ ہے کہ اس فقہ میں احتیاط سب سے زیادہ ہے اور یہ خدا خوفی کے سب سے زیادہ قریب ہے مثلاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک قطرہ بھی کسی عورت کا دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جائیگی جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ پانچ قطرے پینے کے بعد رضاعت ثابت کرتے ہیں۔

❀......دوسری خصوصیت:۔

یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں متعدد اور مختلف احادیث وارد ہوں تو باقی ائمہ کسی ایک حدیث پر عمل کرتے ہیں باقی احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان مختلف احادیث میں تطبیق دے کر سب حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، مثلاً بعض احادیث میں آیا ہے کہ جس کو نماز کی رکعات میں تردّد اور شک ہو وہ نماز دوبارہ پڑھے۔ بعض میں ہے کہ غور کرے اور جس طرف ظن غالب ہو اس پر عمل کرے اور بعض میں ہے کہ جب دو اور تین میں شک ہو تو ان کو دو رکعت (یعنی کم از کم رکعات میں جو یقینی ہیں) قرار دے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایسا شخص ہمیشہ نماز دوبارہ پڑھے، ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کم والی جانب کو اختیار کرے۔ کسی امام نے ایک حدیث پر عمل کیا کسی نے دوسری پر کسی نے تیسری پر۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر پہلی بار شک واقعہ ہو تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر بار بار شک واقع ہو تو غور کرے اگر غور کرنے سے کوئی جانب ترجیح پا جائے تو اس پر عمل کرے ورنہ جتنی رکعات کم از کم ہیں اتنی رکعات قرار دے۔

...... تیسری خصوصیت:۔

یہ ہے کہ باقی ائمہ اقوالِ صحابہ کو اہمیت نہیں دیتے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مختلف احادیث میں اقوالِ صحابہ کو فیصل مان کر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔

...... چوتھی خصوصیت:۔

یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درجات اور مراتب کا اعتبار کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں احادیث کو مؤخر کر دیتے ہیں اور اگر تطبیق دیں تو قرآن مجید پر عمل کو فرض اور حدیث پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی نہی کو حرام اور حدیث کی نہی کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح احادیث کے مقابلہ میں اقوالِ صحابہ کو مؤخر کر دیتے ہیں۔

...... پانچویں خصوصیت:۔

یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے احکام میں بہت زیادہ باریک بینی، دقتِ نظری، درجہ بندی اور وسعت سے کام لیا ہے جو باقی ائمہ میں نہیں ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض اور واجب، حرام اور مکروہ تحریمی الگ الگ حکم ہیں جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

...... چھٹی خصوصیت:۔

یہ ہے کہ فقہ حنفی میں دستوری اساس بننے کی صلاحیت باقی ائمہ کی فقہ سے زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی صدیوں تک اسلامی مملکتوں کا قانون اور دستور بنی رہی مثلاً سلطنت بنو عباس جو دنیا کے تین براعظموں افریقہ، یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی اس کا دستور اور قانون یہی فقہ تھی، اس کے بعد صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دستور یہی فقہ رہی برصغیر میں افغانستان، ماوراء النہر اور ہندوستان میں مسلمانوں کی ریاستوں میں اسی فقہ کا قانون چلتا تھا۔

❀......ساتویں خصوصیت:۔

یہ کہ فقہ حنفی کے پیروکار ہر عہد میں مسلمانوں کی دو تہائی سے زیادہ اور غالب اکثریت میں رہے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کے امتی باقی امتوں سے زیادہ ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین باقی ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنت کی ایک سو بیس صفوں میں سے اسی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ (1)

ان اسی صفوں میں دو تہائی اکثریت انشاء اللہ احناف کی ہو گی۔

❀......آٹھویں خصوصیت:۔

یہ ہے کہ احناف میں جس قدر اولیاء اللہ کا ظہور ہوا کسی اور امام کے مقلدین میں اتنے اولیاء اللہ نہیں ہوئے.......... حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سب حنفی تھے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اولیاء اللہ ہیں جو حدود و شمار سے باہر ہیں۔

❀......نویں خصوصیت:۔

یہ ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے فائدہ اٹھایا۔ اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: الفقهاء كلهم عِيالُ ابي حنيفة تمام فقہاء امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال (بچے) ہیں۔

❀...... دسویں خصوصیت:۔

یہ ہے کہ باقی ائمہ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنے موقف کو ترک کر دیتے تھے چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم کے مزار پر جاتے تو قنوت نازلہ پڑھتے نہ رفع یدین کرتے۔

❀...... بہت خوب:۔

مشہور اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔ (وہ مذاہب مشہورہ جن کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور اہلِ اسلام کا ان کی صحت پر اتفاق ہے چار مذاہب ہیں جو چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان مذاہب میں سب سے زیادہ حق اور صحیح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب باقی مذاہب میں کتاب وسنت کی کثرتِ معرفت، علم الاحکام میں رائے کی صحت، استنباطِ مسائل میں آراء کی قوت اور پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے۔) (2)

---

(1) ترمذی 2546ابن ماجہ 4289 مشکوۃ 5644

(2) ابجد العلوم 402/2 مکتبہ قدوسیہ، لاھور

صحابہ کی قبور مختلف ممالک میں

رحمتِ کونین ﷺ کے صحابہ پوری دنیا میں اسلام کا پرچم لہرانے کے لیے کوشاں رہے اسی جہدِ مسلسل میں زندگانی گزری۔ آج پورے عالم میں پھیلی یہ قبریں ان کے اس مشن کی گواہ ہیں۔ آیئے.......... دیکھیں کہ کس صحابی کی قبر کہاں واقع ہے؟

- سیدنا عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی قبر الجزائر میں واقع ہے۔
- سیدنا ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر تیونس میں واقع ہے۔
- سیدنا رُویفع انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر لیبیا میں واقع ہے۔
- سیدنا عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر شمالی افریقہ میں واقع ہے۔
- سیدنا معبد بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر شمالی افریقہ میں واقع ہے۔
- سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی قبر تستر میں واقع ہے۔
- سیدنا نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ کی قبر نہاوند میں واقع ہے۔
- سیدنا ابورافع غفاری رضی اللہ عنہ کی قبر خراسان میں واقع ہے۔
- سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی قبر خراسان میں واقع ہے۔
- سیدنا ربیع بن زید الحارثی رضی اللہ عنہ کی قبر سجستان میں واقع ہے۔
- سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر استنبول میں واقع ہے۔
- سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر بحیرہ روم میں واقع ہے۔
- سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر شام میں واقع ہے۔
- سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قبر حمص میں واقع ہے۔
- سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی قبر دمشق میں واقع ہے۔

- سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کی قبر دمشق میں واقع ہے۔
- سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قبر اردن میں واقع ہے۔
- سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قبر موتہ میں واقع ہے۔
- سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قبر موتہ میں واقع ہے۔
- سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قبر موتہ میں واقع ہے۔
- سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قبر نہرِ اردن کے کنارے پر واقع ہے۔
- سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قبر اردن کے پہاڑوں میں واقع ہے۔
- سیدنا ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی قبر اردن کے پہاڑوں میں واقع ہے۔
- سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی قبر اردن کے پہاڑوں میں واقع ہے۔
- سیدنا اسد بن سراج رضی اللہ عنہ کی قبر اٹلی کے نیچے جزیرہ سسلی میں واقع ہے۔
- سیدنا ابوزمعہ رضی اللہ عنہ کی قبر تیونس میں واقع ہے۔
- سیدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر سمرقند میں واقع ہے۔
- سیدنا ربیع بن زید الحارثی رضی اللہ عنہ کی قبر سجستان میں واقع ہے۔
- سیدنا عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی قبر نہاوند میں واقع ہے۔
- سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر جنوبی پیرس میں واقع ہے۔

سن 50 ہجری میں محمد بن ابی صفرہ رضی اللہ عنہ کابل کے راستے پشاور سے نکلتے ہوئے لاہور سے ہو کر قلات تک پہنچے۔ قلات میں 7 صحابہ وتابعین شہداء کی قبور آج بھی پہاڑ کے دامن میں مرجعِ خلائق ہیں۔

خطبات جمیل جلد اول صفحہ: 386

ایضاً صفحہ: 68-67

عورتوں کے لیے بہترین بشارتیں اور فضائل

حضرت مولانا سعید احمد خان تبلیغی جماعت کے بہت بڑے بزرگ تھے مدینہ منورہ میں تبلیغ کا کام آپ کی سرپرستی میں ہوتا تھا، بڑے ولی اللہ آدمی تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی کرامات سے نوازا تھا۔ چند سال قبل رحلت فرما گئے۔ خواتین کے ایک بیان میں انہوں نے بعض فضائل بیان فرمائے جو کہ دینی عبادات میں خواتین میں شوق بڑھا دیتے ہیں اور نیک اعمال سے رغبت اور محبت کا سبب بنتے ہیں.......... وہ قارئین کے لیے سطورِ ذیل میں لکھے جا رہے ہیں..........

1۔ ایک نیک اعمال والی عورت 70 اولیاء سے بہتر ہے۔

2۔ ایک برے اعمال والی عورت 1000 ایک ہزار بداعمال مردوں سے بدتر ہے۔

3۔ ایک حاملہ عورت کی دو رکعت نماز غیر حاملہ عورت کی 80 رکعتوں سے بہتر ہے۔

4۔ عورت اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہے اسے اللہ تعالیٰ ایک ایک بوند دودھ پر ایک ایک نیکی عطا فرماتے ہیں۔

5۔ شوہر جب پریشان گھر آئے اور اس کی بیوی اس کو مرحبا کہے اور تسلی دے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو نصف جہاد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

6۔ جو عورت اپنے بچے کے رونے کی وجہ سے رات بھر سو نہ سکے اللہ تعالیٰ اس کو بیس غلام آزاد کرنے کا اجر دیتے ہیں۔

7۔ جو شخص اپنی بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھے اور بیوی اپنے شوہر کو محبت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

8۔ جو عورت اپنے شوہر کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بھیجے اور خود گھر میں آداب کی رعائت

کرتے ہوئے رہے وہ عورت مرد سے 500 سال پہلے جنت میں جائے گی اور 70 ہزار فرشتوں اور جنت کی حوروں کی سردار ہو گی۔ اس عورت کو جنت میں غسل دیا جائے گا۔ اور یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خاوند کا انتظار کرے گا۔

9۔ جو عورت اپنے بچے کی بیماری کی وجہ سے سو نہ سکے اور اپنے بچے کو آرام دینے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اس کو بارہ سال کی مقبول عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

10۔ جو عورت اپنی گائے بھینس وغیرہ کا دودھ بسم اللہ شریف پڑھ کر دوہے تو وہ جانور اس عورت کو دعائیں دیتا ہے۔

11۔ جو عورت بسم اللہ شریف پڑھ کر آٹا گوندھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت ڈالتے ہیں۔

12۔ جو عورت غیر مرد کو دیکھنے جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتے ہیں جیسے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح غیر مرد کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

13۔ جو عورت ذکر کرتے ہوئے جھاڑو دے اللہ تعالیٰ اس کو خانہ کعبہ میں جھاڑو دینے کا ثواب مرحمت فرماتے ہیں۔

14۔ اگر تم حیا نہ کرو............تو جو چاہو کرو۔ (بخاری)

15۔ جو عورت نماز، روزہ کی پابندی کرے، پاکدامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرے، اس کو اختیار ہے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

16۔ دو افراد کی نماز سر سے اوپر نہیں جاتی ایک وہ غلام جو اپنے مالک سے بھاگا ہو دوسرے وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمان ہو۔

شمار ہوتا ہے۔

17۔ جو عورت حاملہ ہو اس کی رات عبادت اور دن روزے میں شمار ہوتا ہے۔

18۔ جب کسی عورت کا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کے لیے 70 سال کی نماز اور روزے کا ثواب لکھا جاتا ہے اور بچہ پیدا ہونے میں جو تکلیف برداشت کرتی ہے ہر رگ کے درد پر ایک مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

19۔ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت چالیس دن کے اندر اندر فوت ہو جائے تو اس کو شہادت کا درجہ عطا کیا جاتا ہے۔

20۔ جب بچہ رات کو روئے اور ماں بددعا دیے بغیر دودھ پلائے تو اس کو ایک سال کی نمازوں اور روزوں کا ثواب عنایت کیا جاتا ہے۔

21۔ جب بچے کا دودھ پینے کا وقت پورا ہو جائے تو آسمان سے ایک فرشتہ آ کر اس عورت کو خوشخبری سناتا ہے کہ اے عورت اللہ نے تجھ پر جنت واجب کر دی۔

22۔ جب شوہر سفر سے واپس آئے اور عورت اس کو کھانا کھلائے اور اس دوران اس نے کوئی خیانت بھی نہ کی ہو تو اس عورت کو بارہ سال کی نفلی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

23۔ جب عورت اپنے شوہر کو کہے بغیر دبائے اس کو سات تولے سونا صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر شوہر کے کہنے پر دبائے تو سات تولے چاندی خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

24۔ جس عورت کا خاوند اس پر راضی ہو اور وہ مر جائے تو جنت اس پر واجب ہو گی۔

25۔ اپنی بیوی کو ایک مسئلہ سکھانا 80 سال کی عبادت کا ثواب رکھتا ہے۔

26۔ جنت میں لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لیے جائیں گے لیکن جس عورت نے حیا اور پردہ میں وقت گزارا ہو گا اسے اللہ تعالیٰ اپنا دیدار خود کروائے گا۔

فضائل النساء مکتبہ دینیات لاہور۔

درود شریف پڑھنے کے 40 فضائل و برکات

(احادیثِ فضائل اور مجرباتِ صلحاء سے ماخوذ)

1۔ حکمِ ربی کی تعمیل ہے۔

2۔ آپ ﷺ پر درود شریف بھیجنا رضائے رب کا سبب ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے عمل سے موافقت ہے۔ (ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی)

4۔ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔

5۔ حصولِ معرفتِ الٰہی کا زینہ ہے۔

6۔ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہے۔

7۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔

8۔ دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

9۔ جتنا زیادہ درود شریف پڑھا جائے گا اس قدر جنت میں حضور ﷺ کی قربت عطا ہوگی۔

10۔ خواب میں آقائے دو جہاں ﷺ کے دیدار کی نعمت ملتی ہے۔

11۔ زیادہ درود شریف پڑھنے پر شفاعت کا استحقاق ملتا ہے۔

12۔ حضور ﷺ سے جفا و ظلم سے بچاؤ ہے۔ (کیونکہ درود نہ پڑھنا آپ کے ساتھ جفا اور ظلم ہے)

13۔ اطاعتِ محمد رسول اللہ ﷺ آسان ہو جاتی ہے۔

14۔ درود شریف کی کثرت سے اولاد مثالی فرماں بردار بن جاتی ہے۔

15۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو/ والی کو اللہ تعالیٰ خوبصورت اولاد دیتے ہیں۔

16۔ نفاق اور اخلاقِ رذیلہ سے تطہیر کا سبب ہے۔

17۔ طہارت باطنیہ کا سبب ہے۔

18۔ اعمالِ صالحہ اور جنت کے راستہ کا رہبر ہے۔

19۔ بخل سے نجات دلاتا ہے۔

20۔ ہدایتِ کاملہ اور ایمانِ کامل کا سبب ہے۔

21۔ اطمینانِ قلب کا بہترین ذریعہ ہے۔

22۔ طبیعت میں نرمی، حلم، انکساری اور فکرِ آخرت کا موجب ہے۔

23۔ بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلانے والا عمل ہے۔

24۔ غم اور حزن وملال سے محفوظ رہنے کا ساماں ہے۔

25۔ رزق میں برکت کا باعث ہے۔

26۔ پریشانیوں، مصیبتوں اور آفات وبلیات سے حفاظت کا سبب ہے۔

27۔ مقربین اور صلحاء میں شمولیت کا ذریعہ ہے۔

28۔ قیامت کی ہولناکی سے بچنے کا راستہ ہے۔

29۔ دنیاوی نیک کام اور حاجات، اس کی بدولت اللہ تعالیٰ آسان فرما دیتے ہیں۔

30۔ درود شریف پڑھنے والے کو صدقہ خیرات کا اجر وثواب بھی دیا جاتا ہے۔

31۔ نزولِ برکاتِ ظاہری وباطنی کا باعث ہے۔

32۔ حُسنِ خاتمہ کا یقینی ذریعہ ہے۔

33۔ عذابِ قبر سے نجات دلانے والا عمل ہے۔

34۔ قبولیتِ دعا کا ضامن ہے۔

35۔ حضور ﷺ سے محبت بڑھانے والا مبارک عمل ہے۔

36۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کی لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دی جاتی ہے۔

37۔ باطنی طہارت پیدا کر کے منہ کی ظاہری بدبو کو رفع کرتا ہے۔

38۔ نیکیوں کے پلڑے میں وزن بڑھاتا ہے۔

39۔ نورِ ایمانی کے ساتھ ساتھ آخرت میں پیش پیش چلنے والے نور کو بڑھاتا ہے۔

40۔ احساناتِ نبوت کا حق ادا کیے جانے کا سبب ہے۔

عشق رسول ﷺ اور علماء دیو بندؒ صفحہ:343، مکتبہ الحسن لاہور

نوائے دل

آج.........

کون ہے جو حضور ﷺ کی طرح دوسروں کے دکھ سہہ کر ان کے سکھ کا ساماں کرے؟

کون ہے جو دشمن سے پتھر کھا کر انہیں دعائیں دے؟

کون ہے جو دخترِ حاتم طائی کا سر اپنی چادرِ حیا سے ڈھانپ دے؟

کون ہے جو سرِ شام پریشان حال بڑھیا کا سامان اٹھا کے اسے منزل تک پہنچا آئے؟

کون ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح رات کی تاریکی میں معذور بڑھیا کا گھر سنوار آئے؟

کون ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح، راشن اپنی کمر پر اٹھا کر خانہ بدوشوں کی مدد کو پہنچے؟

کون ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح اپنا سارا مالِ تجارت جہاد میں خرچ کر ڈالے؟

کون ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح دشمن کے سینے سے صرف اس لیے اٹھ آئے کہ کہیں اللہ کے حکم میں ذاتی اغراض کی آمیزش نہ ہو جائے؟

ہے کوئی ایسا جو اپنے ملازم کو سواری پر بٹھا کر خود پیدل چلے؟

ہے کوئی ایسا جو مہمان کو کھلا کر خود بھوکا سو جائے؟

ہے کوئی ایسا جو غریبوں کی مجلس میں بیٹھ بیٹھ کر ان کی دلجوئی کرے؟

ہے کوئی ایسا جو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مظلوم خواتین کی پکار پر لبیک کرے؟

ہے کوئی ایسا جو عہدۂ چیف جسٹس قبول نہ کرے اور جیل کی سلاخوں کو چوم لے؟

ہے کوئی ایسا جو امامِ مدینہ بن کر حق گوئی کی خاطر کوڑے کھائے؟

ہے کوئی ایسا جو ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنے جسم پر کوڑے کھا کر دینِ حق کی حفاظت کرے؟

ہے کوئی ایسا جو مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شاہی درباروں میں اپنی جبین کو غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچالے؟

مراجع ومصادر

(1)......❀......تفسیر روح البیان
(2)......❀......صحیح بخاری شریف
(3)......❀......صحیح مسلم شریف
(4)......❀......سنن ترمذی
(5)......❀......سنن ابوداؤد
(6)......❀......سنن نسائی
(7)......❀......سنن ابن ماجه
(8)......❀......طبرانی
(9)......❀......مسند احمد
(10)......❀......دل کی زندگی، مؤلفه: مولانا عبد اللّٰه دانش
(11)......❀......الفقه والفقهاء
(12)......❀......الدرة الفاخرة
(13)......❀......کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال
(14)......❀......عشق رسول ﷺ اور علماء دیو بندؒ
(15)......❀......موج دریا حریف از ابو علی عبد الوکیل
(16)......❀......مخزنِ اخلاق، مطبوعه سنی پبلیکیشنز لاہور
(17)......❀......تذکرة الاولیاء
(18)......❀......خطباتِ جمیل

(19)...... ❀...... عشق رسول کریمﷺ

(20)...... ❀...... شاہراہ عشق کے مسافر

(21)...... ❀...... رحمت کائناتﷺ

(22)...... ❀...... قيمة الزمن

(23)...... ❀...... هفت روزه ختم نبوت

(24)...... ❀...... بچوں کا اسلام، 22دسمبر2002ء

(25)...... ❀...... مظاہرِ حق جدید

(26)...... ❀...... کشف الباری، کتاب الاطعمه

(27)...... ❀...... لاہور سے تابخاک بخارا وثمر قند

(28)...... ❀...... متاع وقت اور کاروان عِلم

(29)...... ❀...... المنتظم لابن الجوزی

(30)...... ❀...... پیش لفظ فتاوٰی دارالعلوم دیو بند

(31)...... ❀...... صُوَرٌ مِّنْ حَيَاةِ التَّابِعِيْن۔

(32)...... ❀...... الخیر، مناظر اسلام نمبر

(33)...... ❀...... الروض الفائق فی المواعظ والرقائق

(34)...... ❀...... فضائل النساء، مکتبہ دینیات لاہور

(35)...... ❀...... خواتین کے لیے تربیتی بیانات از پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

(36)...... ❀...... مثالی دلہن

(37)...... ❀...... ڈاکٹر طارق سویدان، عربی کیسٹ نمبر 8

(38)...... ❀...... تاریخ بغداد

(39)......❀......سیرت ائمہ اربعۃ

(40)......❀......تفسیر المدارک

(41)......❀......ابن خلکان

(42)......❀......مواہب الشفاء

(43)......❀......وفاء الوفاء

(44)......❀......نزھۃ القاری

(45)......❀......الشعرانی۔ المیزان

(46)......❀......مناقب ذھبی

(47)......❀......تبییض الصحیفہ للسیوطی

(48)......❀......عمدۃ القاری شرح بخاری

(49)......❀......سنن دارمی

(50)......❀......مشکوٰۃ شریف

(51)......❀......خصائص کبرٰی۔ سیوطی

(52)......❀......القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع

(53)......❀......تفسیر دُرّ منثور: ازعلامہ سیوطی

(54)......❀......ابجد العلوم، مکتبہ قدوسیہ لاہور

(55)......❀......الدرۃ الفاخرۃ

(56)......❀......تاریخ بغداد

(57)......❀......الخیرات الحسان

(58)......❀......عقود الجمان

(59)......❀......بستان المحدثین از شاہ عبد العزیز محدث دھلویؒ
(60)......❀......فتح البیان
(61)......❀......حضرت محمدﷺ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں، سویرا پبلیکشنز لاہور
(62)......❀......تفسیر عزیزی، از شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ
(63)......❀......رسول اللہﷺ کی دعاؤں کے ثمرات وبرکات
(64)......❀......مستدرك حاکم
(65)......❀......عذابِ جہنم کی مستحق عورتیں، بیت العلوم
(66)......❀......اسلام کا قانونِ تجارت، قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں، زمزم پبلشرز کراچی
(67)......❀......رازِ حیات از مولانا وحید الدین خان
(68)......❀......روض الانف
(69)......❀......سیرت ابن هشام
(70)......❀......معالم دار الهجرة
(71)......❀......کامل تاریخ مدینہ منورہ
(72)......❀......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات از ڈاکٹر عبدالغنی فیصل، مطبوعہ مدینہ منورہ
(73)......❀......فضائل وخصائل ونبویﷺ، مطبوعہ دینی کتب خانہ جوھر آباد
(74)......❀......تفسیر ابن کثیر

(75)......❀......قصص معارف القرآن

(76)......❀......تفسیر قرطبی

(77)......❀......عمل الیوم واللیلة للنسائی

(78)......❀......ھواتف الجن، بسند جید، تفسیر مظھری

(79)......❀......زیرو پوائنٹ2، از جاوید چودھری

(80)......❀......قلم برداشتہ، صاحبزادہ خورشید گیلانی

(81)......❀......المستطرف

(82)......❀......جمع الجوامع از علامہ سیوطی رحمہ اللہ

(83)......❀......آپ کے مسائل اور ان کا حل

(84)......❀......نیکیوں کے پہاڑ، مکتبہ حمادیہ، کراچی

(85)......❀......حکایات عزیمت

(86)......❀......مناقب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

(87)......❀......حکومت اور علماء ربانی

(88)......❀......تحفة الأحوذی شرح جامع ترمذی

(89)......❀......آئینہ پرویزیت

(90)......❀......سیر اعلام النبلاء

(91)......❀......تاریخ المشاھیر

(92)......❀......سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سلیم گیلانی

(93)......❀......علماء ھند کا شاندار ماضی، از سید محمد میاں رحمہ اللہ

(94)......❀......قرآن پاک کے حیرت انگیز واقعات، مولانا قاری طاھر رحیمی

(95)......❀......فتح الباری

(96)......❀......جزء قیام اللیل، حافظ محمد بن نصر مروزی

(97)......❀......الاصابہ

(98)......❀......قاضی عیاض، مشارق الانوار

(99)......❀......نوادر الاصول، للامام الحافظ ترمذی

(100)......❀......بلوغ الامانی

(101)......❀......للنووی شرح مسلم

(102)......❀......الترغیب والترهیب

(103)......❀......صحیح ابن حبان

(104)......❀......تجلی، شاہ بلیغ الدین

(105)......❀......دُرِّیتیم، مولانا ماہر القادری

(106)......❀......معالم العرفان فی دروس القرآن

(107)......❀......فکرِ آخرت اور اعمالِ صالحہ

(108)......❀......الوفا باحوال المصطفیٰ

(109)......❀......شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ، ادارہ تالیفات اشرفیہ

(110)......❀......موجِ دریاحریف از ابو علی عبد الوکیل

*****

ہر واقعہ بے مثال

101 کتب سے بہترین انتخاب

- دورِ نبوت اور خلفاءِ راشدین کے عہدِ زرّیں کے مبارک واقعات۔
- صحابہ، تابعین ائمہ دین اور اہلِ تقویٰ بزرگوں کے مفید اور موٴثر واقعات۔
- اللہ کی فرماں برداری اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت کا جوہر پیدا کرنے والے یادگار واقعات۔
- عملی زندگی کو سنوارنے اور خوشگوار بنانے والے بہترین واقعات۔
- ایک سو سے زائد دینی، اصلاحی اور تاریخی کتابوں سے کشید کیا ہوا ایسا خوبصورت انتخاب کہ جس کا ہر واقعہ بے مثال ہے۔

ابو طلحہ

دینی کتب خانہ
بلاک-1 جوہر آباد (خوشاب)
0454 72 29 54

مکتبۃ الحسن
۳۳ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
042-37241355, 0307-3339899